مسائل زکوٰۃ، حج وعمرہ، تجہیز وتدفین، گنبد بنانا، نکاح وطلاق

اور مناقب اہل بیت پر بہترین کتاب

اسلام کی گیارہ کتابیں

(حصہ دوم)

حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالقادر قریشی

المشہور

غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

ایمانیات، طہارت اور نماز سے متعلق
نہایت مفید معلومات

اسلام کی گیارہ کتابیں

(حصہ دوم)

حضرت علامہ مولانا
مفتی عبدالقادر قریشی
المشہور
غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی مجلس رضا
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

سلسلہ اشاعت نمبر 16

نام کتاب ---------- اسلام کی گیارہ کتابیں (حصہ دوم)
مصنف ---------- حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقادر قریشی المشہور غلام قادر بھیروی
موضوع ---------- مسائل فقہ
صفحات ---------- 80
تاریخ اشاعت ---------- صفر المظفر ۱۴۳۷ھ نومبر 2015ء
تعداد ---------- دو ہزار
ناشر ---------- مرکزی مجلس رضا لاہور

شائقین مطالعہ 50 روپے کی ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں

ملنے کا پتہ
B-19 جاوید پارک شاد باغ لاہور
مسلم کتابوی گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور
042-37225605 - 0321-4477511

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ کا بیان قرآن شریف میں بتیس جگہ آیا ہے۔ ۲ھ ہجری میں قبل از رمضان شریف فرضیت اس کی نازل ہوئی۔ انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ ناپاکوں کو پاک کرنیوالی ہے۔ اور انبیاء خود پاک ہیں۔ لغت میں زکوٰۃ کسی چیز کی پاکی اور زیادتی کا نام ہے۔

اور شرع میں مال کو دوسرے کے ملک کرتے اور کہتے ہیں۔ مال کا مقرر حصہ فقیر کے ملک کرنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو مسلمان عاقل بالغ اور آزاد ہو غلام نہ ہو اور پورا نصاب رکھتا ہو اور سبب زکوٰۃ کا ملک نصاب کا ہے۔

اس کو سال گزرے۔ فارغ از قرض ہو کسی کا قرض نہ دینا ہو، اور اخراجات ضروری سے زائد رکھتا ہو۔ اور ملک نصاب نامی[1] ہو۔ یعنی بڑھنے والا ہو۔ جیسے اونٹ بکری، گھوڑا اور دیگر مال تجارت اور نقدی سونا چاندی وغیرہ۔

سونا چاندی کو شرع نے بڑھنے والا لکھا ہے۔ اگرچہ مالک اس کو جمع کر کے رکھے یا زیور بنوائے۔ تو اس کا اپنا قصور ہے۔ ورنہ یہ چیز تجارت کے واسطے ہے۔ اس سے بڑھاؤ مقصود ہے۔ جیسا کہ حیوانات اور مال تجارت نامی کہلانا حقیقتاً ہے۔ یہ سونا چاندی نامی حکماً ہے۔ اور ظروف[2] استعمال والے اور پارچات[3] گرمی و سردی کے فرش فروش اور مکانات

---

[1] نامی بڑھنے والا کو کہتے ہیں۔ [2] برتن [3] کپڑے

آسائش و آرام کے اور زمین ارازی زراعت میں اور گھوڑے بگھی سواری کے اور نوکر خدمت کے، اور ہتھیار شکار کے اور آلات حرفہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں یہ سب حاجت اصلی میں شمار ہوتے ہیں۔ اور مال دفینہ یاد رہا ثمر دیا مغصوبہ[1] اور مال قرض کا جس کا مقروض منکر ہو اور اس کے پاس شہادت نہ ہو ان میں زکوٰۃ نہیں، جب دستیاب ہوں گے اس وقت سے زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ اور اسی وقت ملک تصور کیا جائے گا، اور مال مفقود[2] نہ ہو اور یا مقروض اس کا انکاری نہ ہو یا انکاری ہو اور اس کے پاس شہادت ہو یا نہ ہو تو حاکم کو معلوم ہو اس مال پر زکوٰۃ فرض ہے، مگر ادا کرنا تب واجب ہوگا جب یہ مال اس کے قبضے میں آوے اور ابتدا سے حساب سال گذشتہ کا کر کے دے گا، زکوٰۃ دیتے وقت یا مال سے جدا کرتے وقت نیت یاد نہ رہے، تو جب تک فقیر کے پاس ہے۔ اس کی نیت کرنی جائز ہے اور اگر سارا مال یعنی نصاب کا مکمل بلا نیت فقیر کو دے دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اور زکوٰۃ کا دینا بعد سال کے فرض ہوتا ہے۔ بلاعذر تاخیر کرنیوالا گنہگار ہے۔ اور گواہی اور فتویٰ اس کا نامنظور ہے، مال تجارت کا وہ مال ہے کہ جس کو بروقت خرید کے بہ نیت تجارت خریدے اور اگر بروقت خرید نیت استعمال کی نہ ہو، بعدہٗ مدبیر تجارت ہو جاوے۔ تو اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ زکوٰۃ کو مشتہر و مشہور کر کے دیوے تو زیادہ ثواب ہے۔ اور دوسری خیرات خفیہ دیوے تو بہتر ہے۔ ایسا ہی وراثت کا مال کہ اس سے جب تک تجارت شروع نہ کرے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں سونا چاندی مستثنیٰ[3] ہیں۔ ان کی ذات پر زکوٰۃ فرض ہے۔ خواہ تجارت کرے یا نہ کرے کوئی مال کسی طرح کا سوائے سونا چاندی کے اس کے قبضے میں آوے، جب تک تجارت شروع نہ کرے زکوٰۃ فرض نہیں ادنیٰ نصاب چاندی کا دو سو[4] درہم ہے اگر دو سو سے ایک بھی کم ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں اور سونے کا ادنیٰ بیس مثقال ہے، ان میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے یعنی

---

[1] مغصوبہ۔ چھینا گیا۔ [2] مفقود گمشدہ [3] مستثنیٰ باہر [4] دو سو درہم بحساب انگریزی رائج الوقت کے ساڑھے اٹھاون روپے ہوتے ہیں، جس کے پاس اٹھاون روپے حسب ہدایت کتاب ہذا ہوں اس کو زکوٰۃ دینی فرض ہے۔

دو سو سے پانچ اور بیس میں سے نصف اور زائد براں جس قدر ہو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا فرض ہے

دِرہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے اور مثقال پانچ ماشے کا اور یہ بھی یاد رہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دینی ہو تو اس کے حصے میں سے دیوے۔ یعنی سونے میں سے سونا اور چاندی میں سے چاندی حصہ کر کے پھر قیمت یا معاوضہ اس کا ادا کرے تو جائز ہے کہ یا تو سب کو چاندی تصور کرے یا سونا ہی سب کو تصور کر لے یا دونوں کا وزن کر کے ایک جنس بنا لے۔ جیسے سولہ مثقال سونا ہو اور سات دِرہم چاندی یا تو چاندی کو سونا تصور کیا جائے یا قیمت سولہ مثقال سونا کی شمار کر کے دو سو دِرہم پورا کیا جاوے۔

مصارفِ[1] زکوٰۃ کا بیان

(۱) مسکین و فقیر ہو۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس نصاب سے کم ہو۔ یعنی دو سو درہم سے کم ہو، مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو

(۲) زکوٰۃ کا تحصیلدار یعنی اس کی تنخواہ (اگرچہ تحصیلدار مالدار ہو۔ زکوٰۃ سے دی جاوے۔

(۳) غلام مکاتب جس نے مالک کو اپنی قیمت دینی ہو، خواہ مالدار ہو۔

(۴) مقروض جس کا مال قرضہ میں لگا ہو۔

(۵) جو راہ خدا میں مفلس ہو جائے، یعنی حاجی، غازی، طالب علم وغیرہ یعنی حاجی جو حج کرنے میں محتاج ہو اور غازی غذا کے سامان یعنی گھوڑا ہتھیار وغیرہ کھو بیٹھے طالب علم اپنی تحصیل کی کتب اور نفقہ، کا محتاج ہو۔

(۶) مسافر محتاج اگرچہ اپنے وطن میں مال کثیر رکھتا ہو۔

(۷) زکوٰۃ ایک کو دے یا دو کو یا سب کو۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں۔

---

[1] مصارف۔ خرچ کرنے کی جگہ۔ ۱۴

(۸) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مئولفۃ القلوب[1]، لوگوں کو بحکم خدا اس غرض سے زکوٰۃ دیتے تھے کہ ایمان نہ چھوڑیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ لوگ نہ رہے۔ اسلام نے زور پکڑا اور خود بخود روشن ہوتا گیا اور ہر مسلمان قبول اسلام بخوشی کرتا گیا۔

زکوٰۃ اپنی اولاد اور ماں باپ۔ دادا، دادی، نانا، نانی کو دینی ناجائز ہے۔

اور غنی کو یعنی صاحب نصاب اور بنی ہاشم کو اور اس کے غلاموں کو۔

اور عورت اپنے خاوند کو اور خاوند اپنی عورت کو زکوٰۃ نہ دلوے۔ اور زکوٰۃ۔ کا مال مردے کے کفن اور بناء تعمیر یا مرمت مسجد یا مدرسہ یا سرائے یا چاہ میں صرف کرنا ناجائز ہے۔ یعنی ان مقامات پر زکوٰۃ کا مال صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اس میں حیلہ ادا کا یہ ہے کہ کسی مفلس کو دے دے وہ اپنی طرف سے کفن میّت یا بناء مسجد یا مدرسہ یا تعمیر یا مرمت وغیرہ میں خرچ کرے۔ صاحب زکوٰۃ خود صرف نہیں کرسکتا۔

حج کا بیان

حج لغت میں کسی بڑے اعلیٰ درجہ کی چیز کے طلب کرنے کا نام ہے۔ اور شرع میں کعبے کی زیارت (یعنی طواف کعبے شریف کا) کرنے کو کہتے ہیں۔ اور عرفے[2] کے روز عرفات میں زوال کے بعد شام تک کھڑے ہونا اور مقام عرفات میں زوال کے بعد دوسری صبح تک وقت وقوف[3] کا ہے۔ نیت شرط نہیں۔ چلنا پھرنا۔ دیوانہ۔ مست، سوتا اس وقت میں سے کسی وقت ٹھہر جائے۔ تو یہ رکن ادا ہو جاتا ہے۔

---

[1] مؤلفۃ القلوب ان لوگوں کو کہتے تھے جو بیرونی مسلمان اور اندرونی منکر اسلام تھے۔ [2] ماہ ذی الحجہ ۱۲،
[3] دن میں وقوف کا امتداد تا غروب آفتاب واجب ہے اور رات کو فقط ایک ساعت ہی کافی ہے۔ امتداد (طول) واجب نہیں۔

یہ سب کچھ بحالت احرام حج کی نیت سے ہو۔

حج پانچ بناء اسلام کا خاتمہ ہے اور عمر بھر میں ایک بار فرض ہوتا ہے، کیونکہ زیارت گاہ اس کی ایک ہے۔ جملہ عبادات میں سے حج عبادت مرکب از مالی و بدنی ہے۔ کوئی محض بدنی ہے، جیسے کلمہ اور نماز اور کوئی محض مالی جیسے زکوٰۃ، حج میں چونکہ مال بہت خرچ ہوتا ہے۔ اور استطاعت مال کی شرط ہے۔ اس واسطے اس کو مرکب مالی و بدنی کہا گیا ہے۔ ورنہ کوئی عبادت سوائے مال کے ادا نہیں ہوتی۔ سب میں مال کی ضرورت ہے، مگر نماز روزہ میں تھوڑا مال کافی ہے۔ جو بقاءِ حیات کو ضروری ہو۔ جیسے نماز بلا لباس۔ روزہ بلا افطار۔ زکوٰۃ بلا مال اور ان پانچ بناء اسلام میں صرف عبادات ہی ہیں۔

اس واسطے سوائے نیّت کے صحیح نہیں ہوتے اور باقی جتنے دینی معاملات ہیں سب بلا نیت صحیح ہو جاتے ہیں۔ مگر جب ان میں نیّت ثواب کی شامل ہو جائے تو موجب ثواب اُخروی (عبادات) ہو جاتے ہیں۔ جیسے نکاح عتاق[1]۔

بیع۔ شرا۔ وقف، وصیّت، ہبہ وغیرہ

اس واسطے جو صاحب جمیع معاملات دینوی میں نیّت ثواب کی کرے، وہ ہر وقت عبادت میں داخل ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ان کلمات میں درج ہے۔

اَلَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ[2] (پ ۲۹)

۹ ہجری میں حج فرض ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں سال حج فرمایا، ایک سال تاخیر بباعث عذر کے کی اور آپ کو اپنی حیات کا علم بھی تھا۔ ورنہ غیر کے واسطے جب استطاعت کامل ہو۔ اور موقعہ حج کا آجائے تو بلا عذر تاخیر کرنی جائز نہیں اگر اسی سال حج کرے تو موجب کفارہ ذنوب[3] اور رفع درجات کا ہوگا، اگر تاخیر کرے تو صرف فرض ادا ہوگا۔ اور بری الذمہ ہوگا۔ رفع درجات نہیں ہوگا۔

---

[1] غلام آزاد کرنا۔ ۱۲ [2] یعنی جو اپنی نماز پر قائم ہیں [3] گناہ کو کہتے ہیں۔

اور مال حرام سے حج کرنا حرام ہے۔ ماں باپ محتاج خدمت اور خاوند اور مالک جس کا قرضہ اُس نے دینا ہو۔

اور ضامن مال جس کی ضمانت پر اس نے قرضہ لیا ہے۔ ان کے اذن بغیر حج کرنا مکروہ ہے۔ جو عاقل مسلمان، بالغ، صحیح البدن، بینا اور محبوس نہ ہو اور امین از بادشاہ اور سفر خرچ رکھتا ہو۔

(سفر خرچ ایسا رکھتا ہو کہ آسودگی سے پلاؤ گوشت کھاتا جائے، اور اونٹ اور سواری ہو۔ جس میں سوتا لیٹا جاوے اور پیچھے عیال اور اطفال کا خرچ تا واپسی حج موجود ہو۔) اس پر حج فرض ہے اور عورت کو علاوہ سب کے اپنے محرم کا ساتھ ضروری ہے خاوند ہو یا محرم عاقل بالغ ہو۔ محرم دیندار ہو اور اس کا خرچ بھی موجود ہو۔ عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ اگر کوئی محرم نہ ہو تو نکاح[1] کرکے جائے سوائے محرم کے عورت کے واسطے حج مکروہ تحریمہ ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ عورت خاوند کی عدت میں نہ ہو۔

حج کے فرائض

۱۔ طواف کی نیت کرنا۔
۲۔ عرفات میں کھڑا ہونا۔
۳۔ ترتیب فرائض احرام میں۔
۴۔ ٹھہرنا عرفات میں اور پھر طواف کرنا۔
۵۔ ادا کرنا ہر ایک فرض کا اپنے وقت میں۔

واجباتِ حج

حج کے بائیس واجبات ہیں۔

۱۔ صفا[2] و مروہ کے درمیان دوڑنا۔

[1] لباب میں ہے کہ عورت کیلئے نکاح واجب نہیں۔ جوہرہ میں اس کو ترجیح دی ہے۔ [2] صفا مروہ دو پہاڑوں کا نام ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔

۲۔ جمرہ[1] کو کنکریاں مارنا۔
۳۔ طواف رخصت کا کرنا۔
۴۔ سر منڈانا یا کترانا۔
۵۔ مقام میقات[2] سے جاتی بار احرام باندھنا۔
۶۔ عرفات میں زوال کے بعد شام تک کھڑا رہنا۔
۷۔ طواف میں شروع حجر اسود سے کرنا۔
۸۔ کعبے کے دائیں طرف سے طواف کرنا۔
۹۔ طواف کے وقت پیدل چلنا۔
۱۰۔ طواف کے وقت باوضو ہونا۔
۱۱۔ سر نہ ڈھانپنا۔
۱۲۔ دوڑنا[3] صفا سے شروع کرنا۔
۱۳۔ قربانی کا ذبح کرنا جو حج اور عمرہ اکٹھا کرے۔
۱۴۔ اور جو پیس وپیس کرے واجب ہے۔
۱۵۔ طواف میں ہر دورہ کے بعد دو نفل شکرانہ کے پڑھنا۔
۱۶۔ طواف حطیم سے باہر کرنا۔
۱۷۔ بعد فارغ ہونے طواف کے صفا مروہ میں دوڑنا۔
۱۸۔ سر منڈانا یا کترانا معین وقت پر۔
۱۹۔ سر منڈانا یا کترانا معین جگہ پر۔
۲۰۔ حرام چیزوں کو ترک کرنا بعد وقوف کے

[1] جمرہ اس جگہ کا نام ہے جہاں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں [2] میقات اس جگہ کا نام ہے جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے [3] دوڑنا صرف دو سبز میلوں کے درمیان ہے جو اب مسجد حرام کی دیواریں ہیں (۔۔۔۔)

۲۱، کپڑا سلا ہوا نہ پہننا۔

۲۲، سر سے گردن تک مرد کو برہنہ رہنا۔

حج کی سُنّت اور مستحبات

۱، کھانے پینے میں تنگی نہ رکھے ۲، ہمیشہ باوضو رہے ۳، خاموش رہے یعنی فضول کلام ترک کرے ۴، ماں باپ اگر محتاج خدمت ہوں اذن لیوے ۵، مالکِ مال اور ضامن مال سے اجازت لیوے ۶، اپنے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھ کر رخصت ہووے۔ ۷، اپنے دوستوں سے مل کر رخصت ہووے اور ان سے معافی مانگے اور ان سے دُعا طلب کرے ۸، چلتے وقت کچھ صدقہ بھی دیوے ۹، گھر سے پنجشنبہ کو رخصت ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی روز روانہ ہوئے تھے ۱۰، شنبے اور جمعے کو توبہ و استغفار پڑھے اور استخارہ بھی پڑھے ۱۱، جانور سواری کا خرید ے یا کرایہ کرے۔ ۱۲، استخارہ کرے کہ خشکی کے راستے جاؤں یا تری کے ۱۳، یہ سوچے کہ بہت سے رفیقوں میں سے کون سے رفیق سے رفاقت کروں ۱۴، حج کے مہینے عید الفطر سے شروع ہوتے ہیں۔

یعنی شوال، ذلیقعد اور دس یوم ذی الحجہ کے ان کا خیال رکھے۔

میقات کا بیان

کعبے شریف کے پانچ میقات ہیں، ۱، ذوالحلیفہ[۲] جو مدینہ شریف سے چھ میل اور

---

[۱] بارہ وقت نفل پڑھنے منع ہیں۔ اگر ان اوقات میں رخصت ہو تو نہ پڑھے۔ ۱۲

[۲] ان مقامات کے نام ہیں جہاں سے احرام باندھتے ہیں۔

مکہ شریف سے دس منزل ہے۔ ۲، ذات العراق[۳] مکہ شریف سے دو منزل۔ ۳، حجفہ[۴] قریب رابغ[۵] کے مکے شریف سے تین منزل کے فاصلے پر ہے۔ ۴، قرن[۶] مکہ شریف سے دو منزل کے فاصلے پر ہے ۵، یلملم[۷] مکہ شریف سے دو منزل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے۔

ذوالحلیفہ اہل مدینہ کے واسطے ذات العرق عراق والوں کے واسطے۔ یعنی بصرہ کوفہ عجم اور تمام مشرق والوں کے واسطے جحفہ حج اہل نجد کے واسطے۔ **یَلَمْلَمْ** یمن والوں کے لیے ان مقامات پر احرام باندھتے ہیں۔ سوائے احرام باندھنے کے گزرنا جائز نہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گزرنا حرام ہے حرم کے باشندوں کو احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ بغیر احرام کے گذر سکتے ہیں۔ ان مقامات سے گزر کر احرام باندھنا جائز نہیں ہے اس سے پہلے باندھ لے تو گناہ نہیں۔

حرم جدہ شریف کی طرف سے دس میل ہے۔ اور جعرانہ کی طرف سے نو میل پر ان کے نشان موجود ہیں۔

احرام باندھنے کا طریقہ

احرام باندھنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱، مفرد ہے۔ جس کا ارادہ صرف حج کا ہو۔

۲، قارن جس کا ارادہ حج اور عمرہ کرنے کا ہو۔

۳، متمتع جس کا پہلے عمرہ کا اور پھر حج کا ارادہ ہو احرام باندھنا حج کی شرط ہے جیسے تکبیر تحریمہ نماز کے واسطے شرط ہے صورت احرام یہ ہے کہ:

---

[۳] یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے [۵] یہ مقامات بھی احرام باندھنے کے ہیں [۷] ہندوستان کے لوگ سمندر میں اس پہاڑ کے محاذ پر احرام باندھتے ہیں۔

پہلے وضو کرے (اگر غسل کرے تو افضل ہے) پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ اگر پانی نہ ملے یا بیمار ہو۔ تو تیمم کرے۔ حجامت بنولئے یا ناخنوں، لبوں کو کٹوائے اور سر منڈائے تو کنگھی کرے اور عورت اور لونڈی سے مباشرت کرے اور ایک چادر جو کہ سی ہوئی نہ ہو ناف سے زانوؤں کے نیچے تک باندھے اور دوسری چادر دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے۔ اگر گرہ ڈالے گا تو گنہگار ہوگا۔ اور نماز نفل دو رکعت پڑھے مگر مکروہ وقت نہ ہو یعنی طلوع، غروب زوال آفتاب نہ ہو جس نے فقط حج کا احرام باندھنا ہو تو وہ یہ دُعا پڑھے۔۔۔۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ[1] پھر تلبیہ پڑھی اور نماز کے بعد اس طرح لبیک پڑھے۔ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اور مستحب ہے کہ ان الفاظ میں سے کم نہ کرے کہ ترک کرنا کسی لفظ کا مکروہ تحریمہ ہے۔ اور بلند آواز سے پڑھے۔ اگر بلند آواز سے نہ کہے گا تو گنہگار ہوگا۔ اور جب لبیک کہے یا اونٹنی روانہ کر دے تو اس کے گلے میں چمڑا یا لکڑی لٹکا دے تو احرام شروع ہوگیا۔

جس وقت احرام باندھے تو عورت سے مباشرت کی بات چیت نہ کرے اور گالی گلوچ نہ نکالے نہ کسی کو اشارے سے شکار بتائے اور نہ زبان سے کہے۔ موزے بھی نہ پہنے اور مجبور ہو تو نیچے سے ٹخنے کے نیچے تک کاٹ دے۔ سر اور چہرے کو برہنہ رکھے۔ عورت بھی اپنے چہرہ نہ ڈھانپے اور سر کو ڈھانپ کے کپڑے کو خوشبو نہ لگائے۔ احرام کے بعد سر کے بال نہ کٹوائے اور نہ داڑھی اور بدن کے بال کترائے۔ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔ ہار سنگار اور زعفران کا رنگا ہوا بھی نہ پہنے اور کوئی کپڑا رنگا ہوا ہے تو اس کو پانی سے دھوئے غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لے عیب نہیں، سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے اور جب نماز پڑھ چکے تو لبیک پڑھا کرے، جب اونچی جگہ چڑھے یا نیچے اترے، یا اس کو کوئی سوار ملے یا سحری کا وقت ہو تو لبیک پکارے۔

---

[1] اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو آسان کر اور قبول کر۔

کعبہ مکرّمہ کی زیارت اور طواف کا بیان

مکہ شریف میں داخل ہوتے ہی پہلے کعبہ مکرمہ میں جائے اور حجر اسود کو چومے۔ اگر انبوہ[1] کے سبب حجر اسود تک نہ پہنچ سکے تو ہاتھوں کا اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لے پھر دائیں طرف سے طواف[2] کرنا شروع کرے اور سات دفعہ گرد کعبہ کے طواف کرے اور طواف حطیم[3] سے باہر کرے۔ اس طواف کو کرتے وقت پہلی تین بار میں پہلوانوں کی طرح کندھے ہلا ہلا کر دوڑے اور باقی میں چلتا رہے جب حجر اسود کے مقابل پہنچے تو اس کو بوسہ دے سات طواف کے بعد مقام مصلے ابراہیمی میں دوگانہ پڑھے۔ اگر وہاں کثرت انبوہ ہو تو دوسری جگہ پڑھے یہ طواف تحیہ کا کہلاتا ہے۔ یہ طواف فرض اور واجب نہیں سنت ہے اور یہ بیرونی لوگوں پر سنت ہے۔ مکے والوں پر سنت نہیں۔

صفا مروہ پر جانیکا بیان

پھر صفا مروہ پر جا کر کعبے کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور پھر یہ تکبیر پڑھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ہ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ وہاں سے اتر کر مروہ کو جاوے جب نیچے اترے تو درمیان میلیں[4] اخضرین کے دوڑتا ہوا مروہ کی چوٹی تک پہنچے پھر وہاں جا کر متوجہ بسوئے قبلہ ہو کر تکبیر تہلیل اور صلوٰۃ و دعا پڑھے، جیسا کہ صفا پر بھی پڑھی تھی، یہ ایک شوط[5] ہے، پھر وہاں سے اتر کر میلین اخضرین کے درمیان

---

[1] مجمع۔ بھیڑ [2] کعبے کے گرد گھومنے کو کہتے ہیں۔ [3] حطیم ایک جگہ کا نام ہے [4] دو سبز میل ۱۲ [5] شوط۔ پھیرا۔

دوڑتا ہوا صفا پر جاوے اور لسوئے قبلہ ہو کر تکبیر تہلیل. صلوٰۃ و دعا ہاتھ اٹھا کر پڑھے یہ دوسرا شوط ہے. اسی طرح سات شوط ہیں. اور ساتواں شوط مروہ پر ختم ہوگا، یہ صحیح ہے طحاوی نے صفا سے اتر کر مروہ تک پھر صفا تک جانے کو شوط کہا ہے. مگر صحیح یہ ہے کہ اس کا ختم مروہ پر ہو. جیسا کہ شامی، و در المختار میں مذکور ہے پھر مکہ شریف میں جاوے اور احرام باندھے رہے. جب طبیعت چاہے طواف کعبے شریف کا سات دفعہ کرے. جس ترتیب سے مذکور ہوا ہے. مگر اس میں لٹک کر چلنا اور دوڑنا نہیں. نماز نفل سے یہ طواف بہتر ہے اور یہ طواف بیرونی لوگوں کے واسطے ہے. اہل مکہ کے واسطے نہیں.

حج کی ترتیب اور مقام عرفات میں داخل ہونیکا بیان

ساتویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کے بعد امام خطبہ پڑھے. نماز ظہر ر زوال سے پہلے خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اور خطیب خطبے میں تعلیم مناسک احکام حج کی کرے. آٹھویں تاریخ جس کا نام ترویہ ہے. صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ[1] کو جائیں اور وہاں نو تاریخ کی صبح تک قیام کریں. پھر بعد طلوع آفتاب عرفہ کے دن وہاں سے روانہ ہو کر جبل ودب عرفات کو جاویں بعد زوال کے قبل از نماز ظہر امام دو خطبے پڑھے. جیسے کہ جمعہ میں پڑھتے ہیں اور تعلیم مناسک حج کی کرے خطبہ کے بعد ایک اذان اور دو اقامت سے ظہر اور عصر اکٹھی پڑھے. قرآت باآواز نہ پڑھے، آہستہ پڑھے یہ دو جماعتیں کرانی اور خطبہ پڑھنا امام حج کا کام ہے، اگر وہ نہ ہو تو جدا جدا پڑھیں اور ان دو جماعتوں میں جیسا کہ امام شرط. احرام بھی شرط ہے. اگر ظہر کسی نے اکیلی پڑھنی ہو تو، عصر کی نماز میں امام کے ساتھ شامل نہ ہو اور عصر اپنے وقت پر پڑھے اور جس نے ظہر امام کے ساتھ یا باجماعت بلا احرام پڑھی ہو. اس کو عصر الگ پڑھنی جائز نہیں. پھر اگر احرام باندھ لیا ہو تو عصر اپنے وقت

[1] منیٰ ایک شہر ہے مکہ سے تین میل کے فاصلے پر درمیان عرفات اور مکہ کے

پر پڑھے، امام کے ساتھ پڑھنی درست نہیں. کیونکہ دونوں جماعتوں میں احرام شرط ہے، بلا احرام اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر درست ہے اور عصر درست نہیں کیونکہ وہ قبل از وقت ہے اور احرام اس کی شرط ہے، پھر فارغ ہو کر عرفات میں جا کر کھڑے ہوں، عرفا کے واسطے غسل کرنا سنت ہے، پھر جبل رحمت[1] کے پاس جہاں بڑے بڑے پتھر ہیں، وہاں اونٹنی پر امام قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، عرفات میں کھڑے ہونا اور کھڑے ہونے کی نیت ضروری نہیں، اگر بیٹھا رہے تو بیٹھنا جائز ہے. عرفات کے اندر موجود ہونا شرط ہے امام بڑی کوشش اور بلند آواز سے دُعا مانگے اور تمام آدمی اس کے پیچھے رو بقبلہ ہو کر اس کی آواز سنیں دل سے عاجزی کرتے ہوئے آنسو بہائیں. یہ وقت اجابت دعا کا ہے.

مقام مزدلفہ میں داخل ہونے اور جمرہ کو کنکر مارنیکا بیان

مکہ شریف میں قبولیت[2] دعا کے پندرہ مقامات ہیں جن کا ذکر اگلی کتب میں آویگا.

جب آفتاب غروب ہو تو وہاں سے اتر کر خشکی کے راستے مزدلفہ میں آویں مزدلفہ میں پیدل جانا مستحب ہے، سوار ہو کر نہ جاویں اور تکبیر تہلیل حمد لبیک کہتے جاویں، شام کے بعد مزدلفہ میں ٹھہریں، سوائے وادی محشر[3] کے سارا مقام مزدلفہ کا موقف ہے اور پہاڑ قزح کے پاس اتر کر مغرب اور عشاء کی نماز اس جگہ اکٹھی پڑھیں جیسی کہ ظہر اور عصر مسجد نمرہ میں پڑھیں. اگر مغرب کی نماز راستے میں پڑھی ہو تو وہ ناجائز ہوگی. پھر اس جگہ پڑھنی ہوگی، جب تک دسویں تاریخ کی صبح نہ ہو. اگر عشاء پہلے پڑھیں اور مغرب پیچھے تو عشاء کو دوبارہ پڑھیں پھر مزدلفہ میں سورج نکلنے تک ٹھہریں اور تکبیر تہلیل صلوٰۃ دُعا پڑھتے رہیں. جس وقت صبح کی خوب روشنی ہو جائے تو اس وقت درود پڑھتے ہوئے منیٰ کو آویں وادی محشر کے درمیان پہنچ کر اس قدر دوڑیں جتنا کہ پتھر زور سے پھینکتے ہوئے جا پڑتا ہے. اور

[1] منیٰ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے [2] قبولیت [3] ایک مقام

سات کنکریاں انگلیوں کے سرے جمرے کو ماریں اور پانچ گز کے فاصلے پر کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہہ کر ماریں اور پھر تکبیر کے ساتھ لبیک کہہ کر ختم کریں، سات کنکریاں زمین کی جنس (پتھر مٹی وغیرہ) سے ہوں جن سے تیمم درست ہوتا ہے۔ اگر مٹی کی مٹھی پھینکی جاوے تو جائز ہے۔ مگر ایک مٹھی بجائے ایک کنکری کے ہوگی، لکڑی، موتی، جواہرات، عنبر کستوری کی کنکریاں مارنی ناجائز ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں عزت کی ہیں اور یہ جگہ تذلیل شیطان کی ہے۔ پتھر توڑ کر بھی کنکریاں بنانی ناجائز ہیں، کنکریاں پھینک کر پھر قربانی ذبح کریں اور قربانی کے بعد سر منڈائیں اور کترائیں، سارے بال کٹنے مستحب ہیں چوتھا حصہ بال کٹانے واجب ہیں اور جو گنجائش ہو اس پر استرا پھیرنا واجب ہے، سارا سر منڈانا بہتر ہے۔ اب احرام ختم ہوا سب چیزیں کھانے پینے، کپڑے پہننے حلال ہوئے۔ مگر عورت کے پاس نہ جاویں پھر کعبہ شریف میں آکر طواف کریں۔ یہ طواف فرض نہیں ہے۔ دسویں تاریخ خواہ کسی وقت کریں جائز ہے طواف کر کے پھر منیٰ میں آکر شب باش ہوں۔ گیارہویں تاریخ تینوں جمروں کو کنکریاں ماریں۔ پہلے مسجد خیف والے جمرے سے مارنا شروع کریں پھر دوسرے کے پاس والے تیسرے کو ماریں کنکریاں مارتے وقت تکبیر و تہلیل، تکبیر و دعا بقدر اڑھائی سپارہ قرآن کے پڑھیں، تیسرے جمرے کو کنکریاں مار کر اس جگہ نہ کھڑے ہوں اور نہ پہلے دن، جو پہلے جمرا کو مارا تھا۔ اس کے پاس بھی نہ کھڑے ہوویں اگر اس دن نہ کنکریاں مار سکیں تو پھر پچھلے دنوں میں ماریں۔

اور بارہویں، تیرھویں تاریخ کو زوال کے بعد بھی ماریں، جمرے کو کنکریاں مارتے وقت سوار ہوویں یا پیدل دونوں طرح درست ہے۔ مگر پہلے دو جمروں کو پیدل ہی چل کر ماریں تو افضل ہے۔ تیرھویں تاریخ کو کنکریاں مار کر مکہ شریف میں آویں اور جب مکہ شریف میں آویں تو مقام، استنال میں یعنی وادی محصب میں تھوڑی دیر ٹھہریں اب اگر چلنے کا ارادہ ہو تو کعبہ شریف کا طواف کریں اس کا نام طواف صدر یعنی طوافِ رخصت ہے۔ اس میں مٹکنا اور دوڑنا نہیں۔ پھر دو رکعت بعد از طواف پڑھ کر۔ آبِ زمزم پیویں بعد اس کے اپنا سینہ اور چہرہ مقام ملتزم[1] پر لگا دیں۔ اور ایک گھنٹہ بھر پردہ کعبہ شریف کا پکڑ رکھیں

---

[1] مقام مصلے ابراہیمی کا نام ہے۔

اور ایسی التجا کریں جیسا کہ کوئی ملتجی سفارش طلب کرتا ہے۔

اگر پردے تک رسائی نہ ہو تو اپنے سر پر دونوں ہاتھ پھیلا کر سر کے دونوں طرف رکھیں اور دعا کوشش سے مانگیں اور روئیں اور اگر رونا نہ آوے تو صورت رونے کی بنائیں اور مسجد سے پچھلے پاؤں ہو کر نکلیں اور کعبے شریف کو دیکھ کر چلائیں۔

جس شخص نے پہلے آتے ہی عرفات میں وقوف کیا اس سے طواف قدوم ساقط ہو جاتا ہے اور طوافِ قدوم یعنی طواف اول جو بمجرد وارد ہونے مکہ شریف کے ادا کیا جاتا ہے اگر اس کا موقع نہ ملے، مثلاً اس تاریخ حاجی بدوں داخل ہونے مکہ کے بیروں بیروں عرفات جا ٹھہرا اور خطبہ سنا۔ اس سے یہ طواف ساقط ہو جاتا ہے۔ کوئی کفارہ اس پر لازم نہیں عورت کا حج بھی مثل مرد کے ہی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مرد سر برہنہ رکھتا ہے۔ اور عورت سر ڈھانپ لیتی ہے، مگر چہرے پر کپڑا نہیں ڈالتی۔ عورت اگر چہرہ ڈھانپ لے تو جائز ہے مگر کپڑا چہرے پر نہ لگے اور عورت لبیک باآواز بلند نہ کہے۔ اس طرح سے پڑھے کہ آپ سنے دوسرا نہ سنے عورت طواف قدوم میں پہلوانوں کی طرح نہ دوڑے۔

آہستہ چلے اور بغل سے چادر نکال کر کندھے پر مردوں کی طرح نہ کرے۔ بلکہ سارا بدن ڈھانپے اور درمیان میلین اخضرین کے نہ دوڑے اور احرام کھولتے ہوئے سر نہ منڈائے، جیسا کہ مرد منڈاتا ہے۔ صرف چوتھائی سر کے بال کٹائے عورت سوئی کا سلا ہوا کپڑا اور موزے اور زیور اور لباس پہنے اور انبوہ (رش) کے وقت حجر اسود کے پاس نہ جائے۔

اور مخنث بھی مثل عورت کے حج کرے۔ اگر عورت کو حیض آجاوے تو سوائے طواف کعبہ کے سب مناسک ادا کرے۔

عورت پر کسی فرض واجب کی تاخیر کرنے سے کفارہ نہیں آتا۔ بعد ادا ہو جانے، دو رکن حج کے طواف صدر کا ساقط ہو جاتا ہے۔ اور نفاس بھی مثل حیض کے ہے میقات سے احرام ساتھ نیت عمرہ اور حج کے باندھے۔ اور جس وقت احرام باندھنے لگے۔ یہ دعا پڑھ کر نیت

کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ

ترجمہ: اے خداوند تعالیٰ میں ارادہ حج اور عمرے کا کرتا ہوں۔ سو تو دونوں کو آسان کر اور قبول کر۔

طواف کعبے کا عمرے کے واسطے کرے پہلے تین دورے طواف میں رمل کرے صفا مروہ میں دوڑے۔ قران میں حلق[1] کے بعد احرام حلال نہیں ہوتا۔ احرام حج کا باقی رہتا ہے۔ اور تمتع میں عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے۔

حج کا احرام اس وقت باندھیں۔ جب عرفات کی طرف جانے لگیں۔

سلام کرنے کا بیان

کہا فقیہہ[2] رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مسلمانوں کی دعا آپس میں سلام ہے۔ اور وہی بہشتیوں کی دعا ہے۔ اور بہشت میں ایک دوسرے کو کریں گے۔ تو مسلمانوں کو چاہیے کہ سلام کو مسلمانوں میں خوب پھیلائیں۔ پس یہ مسلمانوں کے اخلاق سے ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تو گھر سے باہر نکلے تو تیری آنکھ جس اہل قبلہ پر یعنی مسلمان پر پڑے تو اس کو سلام کر۔

جب تو نے اس پر سلام کیا تو ایمان کی حلاوت[3] تیرے دل میں داخل ہو گی۔ اور بعض صالحین کا ذکر ہے کہ ایک شخص اس کے یاروں میں سے اس کے پاس آیا تو صالح سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو صالح نے اس سے کہا کہ خرابی ہو تجھ کو یہ تو نے کیا کہا۔ السلام علیکم کیوں نہیں کہا کہ تیرے لیے دس نیکیاں ہوئیں اور پھر میں جواب دیتا تو مجھے بھی دس نیکیاں ملتیں اور جب

[1] حلق، سر منڈانے کو کہتے ہیں [2] اغلباً مراد ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں (مصحح) [3] مٹھاس

بیس نیکیاں اکٹھی ہو جائیں تو نزول رحمت کے امیدوار ہوتے۔

کسی صالح سے پوچھا گیا کہ جب آدمی اپنے رفیق سے ملے اور یہ کہے کہ تیری اللہ عمر دراز کرے یہ کہنا کیسا ہے؟ اس صالح نے جواب دیا کہ یہ دہریوں کی دعا ہے اور دعا مسلمانوں کی السلام علیکم ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بازار میں جایا کرتے کسی نے پوچھا آپ بازار میں کیوں جایا کرتے ہیں نہ آپ کچھ بیچتے ہیں اور نہ آپ کچھ خریدتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ صرف السلام علیکم کہنے کو جاتا ہوں اور یہی عادت تھی کہ جب کسی طرف گزرتے تو اسلام علیکم کہتے۔

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:۔
کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو کرو تو دوست بن جاؤ۔ آپس میں سلام بکثرت کیا کرو اور کہا عطاء نے سلام کر کے چلنا کھڑے پر، اور کھڑا بیٹھے پر اور بڑا چھوٹے پر اور سوار پیدل پر اور سلام کرے تجھ سے وہ شخص جو پیچھے سے آئے اور جب دو آدمی ملیں تو ان میں افضل وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

کہا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب ایک جماعت دوسرے پر گزرے تو ابتدا سلام سے کریں۔ تھوڑے بہت پر۔

روایت کیا ہے زید بن وہب نے:۔
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام کرے سوار پیدل پر اور پیدل بیٹھے پر، اور تھوڑے بہت پر۔

روایت ہے کہ اگر کوئی جماعت کسی جماعت پر گزرے پس اگر سب کے سب سلام نہ کریں تو وہ سب گنہگار ہیں اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے یہی سلام کافی ہے۔ اگر سب کے سب سلام کریں تو افضل ہے۔ پس دوسری جماعت میں سے اگر کسی نے بھی جواب نہ دیا تو سب گنہگار ہوئے اور اگر ایک نے بھی جواب دیا، تو سب کی طرف سے کافی ہو گیا، اور اگر

ئب نے جواب دیا تو افضل ہے۔

نیّت نماز جنازہ

لبعض قریات میں تذکرہ اس بات کا ہوا ہے کہ نیّت نماز جنازہ کی کیسی چاہیے کوئی کہتا تھا کہ نیت مشہور و معروف جو عوام الناس میں رائج ہے۔

نیت کی ہے میں نے اس نماز کی پڑھتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے اور دعا واسطے اس میت کے متوجہ قبلہ شریف کے اللہ اکبر اور زبان زد عوام ہے اور کوئی خلل بھی اس میں نہیں مناسب ہے اور کوئی کہتا ہے کہ لفظ ثنا[1] کا اس میں سے دور کرنا چاہیے کہ لفظ صلوٰۃ کا کافی ہے۔ اور جو نیت کتب فقہ میں درج ہے۔ **اللھم انی اریدان اصلی للہ وادعوالھذا المیت ہانویت ان اصلی للہ تعالیٰ وادعو لھذا المیت** کرنی مناسب ہے۔ اور فضیلت ہے کہ لفظ عربی کا ہے چنانچہ اس امر میں ایک استفتاء نظر آیا۔ جس پر چند اشخاص کے دستخط تھے اور کے لکھ کر تصحیح کی گئی تھی اور مضمون دستخطوں کا یہی تھا کہ یہ صحیح ہے اور عمدہ ہے۔ اگر نیت صحیح یہی الفاظ نیات مندرجہ کتاب فقہ ہے تو نماز بھی صحیح اور اگر نیت فاسد ہے تو نماز بھی فاسد ہے۔

جب اتفاقات حسنہ سے اس فقیر کا مرور[1] جو ران قریات[2] میں ہوا تو اس مسئلہ کا استفسار کیا گیا، کہ یہ نیت عوام الناس کی درست ہے اس میں کوئی خلل نہیں ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ یہی نیّت ہو کیونکہ اس نماز میں ہمارا اور شیعہ شافعیہ کا اختلاف ہے۔

اہل سنت و جماعت چار تکبیریں کہتے ہیں۔ اور شیعہ پانچ یا زیادہ اور حنفی ثنا پڑھتے ہیں اور شافعیہ سورۃ فاتحہ بہ نیت قرآت قرآن پس بالضرورۃ برائے استحضار صورت نماز جنازہ حنفیوں کے نزدیک چار تکبیر اور ثنا کہنی چاہیئے۔

---

[1] گزرنا، [2] گاؤں۔

تجہیز و تکفین

واضح رہے کہ قریب الموت کو اس وقت رو بقبلہ کرنا مستحب ہے، اگر پہلے سے چت لیٹا ہوا ہے اور کروٹ پر لٹانا اس کو تکلیف دیتا ہے تو چت ہی لیٹا رہے مگر رو بقبلہ کیا جائے کہ سر اونچا ہو بسوئے قبلہ اور اگر کروٹ پر لیٹا ہوا ہے۔ اور کچھ تکلیف نہیں تو کروٹ پر ہی لیٹا رہے۔ فقط رو بقبلہ کر دیں۔

تجہیز و تکفین میں تعجیل[1] کرنی مسنون ہے۔ اگر نیک ہے تو جلد اپنی نیکی کو پہنچے اور اگر بد ہے تو تم کندھوں سے اس کو جلدی اتارو، بہر کیف جس میں ایک مومن کی بہتری ہو، اس کا کرنا مستحب ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ **العجلة من الشیطن الا فی ثلاث** یعنی جلدی شیطان سے ہوتی ہے، مگر (سوائے تین جگہ ایک جگہ تجہیز و تکفین میت پر دوسرے تزویج بکر[2] بالغہ کی جب کفو ملے تیسرے ادائے دین[3] میت جب تک کندھوں پر ہوتا ہے، نیک ہو تو کہتا ہے۔ **قدمونی قدمونی** یعنی تم مجھے لے چلو، لے چلو۔ اگر بدکردار ہے تو کہتا ہے **این تذھبون بی** یعنی تم مجھے کہاں لئے جاتے ہو۔ یہ بات اس کی سوائے جن و انس کے ہر چیز سنتی ہے۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ کی نمازیوں کی طرف سے میّت کے واسطے شفاعت ہے، حضور میں رَب العالمین کے اور شفاعت انہی لوگوں کی ہوتی ہے۔ جن کے حق میں شفاعت کرنی اللہ تعالیٰ کو منظور و پسند ہو اور سوائے مومن کے کافر کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک

---

[1] جلدی کرنا [2] بکر کنواری [3] دین قرض۔

ناپسند د نامنظور ہے اسی واسطے نماز جنازہ کافر اور مشرک کی ناجائز ہے۔

مسبوق نماز جنازہ کا مسئلہ

جب نماز جنازہ کی ہوتی ہو اگر کوئی شخص پیچھے آکر شامل جماعت ہو اور امام کوئی تکبیر کہہ چکا ہو تو دیکھے کہ اگر پہلی تکبیر کہہ چکا ہے تو ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسری تکبیر کا انتظار کر کے امام کے ساتھ شامل ہو جاوے اور پہلی تکبیر کو بعد از فروغ امام قضا کرے۔ پس اگر خوف اٹھائے جانے جنازہ کا ہے، تو ثناء تکبیر کہہ کر سلام کہے اور اگر خوف اٹھائے جانے جنازہ کا نہیں تو ثناء پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر درمیان میں شامل ہو تو بالاتفاق تکبیر کا منتظر رہے فوت شدہ تکبیروں کو بعد از فروغ امام قضا کرے۔

اور اگر چار تکبیروں کے بعد اور سلام سے پہلے آوے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوراً شامل ہو جاوے اور فوت شدہ تکبیروں کی قضا کرے اس پر فتویٰ ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شامل نہ ہووے۔

مسجد میں نماز جنازہ

نماز جنازہ کو مسجد میں کوئی مکروہ تحریمہ کہتا ہے کوئی مکروہ تنزیہہ پس اگر جنازہ داخل مسجد ہو تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور اگر خارج از مسجد ہو تو اس میں اختلاف ہے مگر مختار یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے مَنْ صَلّٰی عَلٰی مَيِّتٍ فِي الْمَسجد فلا صلوٰة لہٗ یعنی مسجد میں جو کہ نماز جنازہ کی پڑھے تو اس کی نماز نہیں اور روایت احمد و ابو داؤد میں ہے فلا شئ لہٗ اور ابن ماجہ ہے۔

ے مسبوق، جو پیچھے آملے۔

فلیس لہٗ شئ اور ایک اور روایت میں ہے۔ فلا اکبر لہٗ ط ابن عبد البر نے فلا شئ لہٗ کو صحیح لکھا ہے۔ کلمہ فلا صلوٰۃ لہٗ کا برائے نفی کمال آتا ہے، جیسا کہ حدیث لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد اور لا صلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب میں نفی کمال ہے۔

ہاں اگر عذر بارش یا اعتکاف یا نجاست مکان بیرونی کا ہو تو نماز جنازہ مسجد میں مکروہ نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی وہ بباعث عذر اعتکاف کے تھی، شیخ اکبر محی الدین عربی قدس سرہٗ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ اولاً میری رائے بھی جوازِ صلوٰۃ الجنازہ فی المسجد کے تھی۔ مگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم رویہ میں دیکھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کو مسجد میں منع فرما رہے ہیں، پس میں اپنی رائے سے باز آگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھنا صحیح ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رانی فقد رانی فان الشیطن لا یتکومنی یعنی جس نے مجھ کو دیکھا سو سچ دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا اور من رانی فقد رای الحق بھی وارد ہے۔ فان الشیطانٗ لا تمثیل بی بھی آیا ہے۔

قبر پر قبہ بنانا

درالمختار میں ہے۔ دقیل لا باس بہٖ یعنی کہا گیا کہ قبر پر بنا و بنائی مکروہ ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبر پر بنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عن تجصیص القبور وان یکتب علیھا وان یبنی علیہ الحدیث یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبور پر چونا لگانے اور ان پر لکھنے اور بناء سے منع فرمایا ہے شامی اور کتاب المداد میں ہے کہ قبر کو اینٹوں سے پختہ بنانا (کھدنے کے خوف سے)

ے یعنی نماز جنازہ کے جائز ہونے کی مسجد میں یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبور پر چونہ لگانے اور ان پر لکھنے اور بنا سے منع فرمایا ہے۔ شامی اور کتاب امداد میں ہے، کہ قبر کو اینٹوں ..... الخ

عادت ہوگئی ہے اور اس کو اچھا جانتے ہیں۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز مسلمان پسند کریں وہ خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔ ابو داؤد نے باسناد جید بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا اس سے میرے بھائی کی قبر کا نشان ہو اور جو اپنے اہل میں سے مرے گا۔ اس کے پاس دفن کروں گا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجصیص وکتابت وبنا سے اس واسطے منع فرمایا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں۔

اب زمانہ شوکت اسلام گزر جانے کے بعد (جو کہ بزور سیف وسنان تھا) سلف و خلف نے اس بنا کو مستحسن جانا۔ جیسا کہ شامی نے بحوالہ جنائز السراجیہ لکھا ہے کہ قبروں پر لکھنا مکروہ نہیں۔

اگر یہ خیال ہو کہ نشان نہ جاتا رہے۔ اور قبر ذلیل نہ ہو پس روایت کراہت کی ان روایتوں سے مرجوح ہوئی اور روایت درمختار کی راجح ومختار ہوئی۔

علاوہ مذکورہ بالا عبارت کے جب روضۂ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبے صحابۂ کرام اور تابعین اور اولیائے عظام دیکھے جاتے ہیں، تو عظمت اسلام موافق ومخالف کے دل میں بیٹھتی ہے۔

اور سب نے اس کو مستحسن جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مستحسن ہے۔

ا عن الکبری والیوم اعتاد والتسنیم باللبن صیانۃ القبر عن النبش حسنا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علا المومنون حسنا نھو عند اللہ حسن۔ ۱۲ ۲ غالب۔ بہتر ۳ لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن۔

میّت غائب پر نماز جنازہ جائز ہے؟

اگر غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ فرماتے لایموتنّ اَحَدٌ منکم الا اذنتمونی بہٖ فان صلوٰتی علیہ رحمۃٌ لہٗ یعنی تم میں سے کوئی مرے تو مجھ کو اس امر کی اطلاع دو کہ میری نماز اس پر رحمت ہے۔ اور بہت اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوت ہوئے۔ جو بڑے بڑے معزز قاری تھے۔ کسی پر آپ نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ ان کی نماز کی بہت آرزو رکھتے تھے

اور نجاشی پر جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ نماز پڑھی تھی۔ سو وہ خصوصیت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی کہ جبرائیل علیہ السلام نے نجاشی کا وجود حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کر دیا تھا۔ اور درمیان سے پردہ اٹھایا گیا تھا یا زمین طے کی گئی تھی جیسا اولیاء اللہ کے سامنے زمین مشرق سے مغرب تک ایک قدم ہوتی ہے۔

اگر غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو باقی صحابۂ کرام کا معمول ہوتا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایسا ہی عمل فرماتے۔

ایک عورت جو بلا اطلاع حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہوئی تھی۔ اس کی قبر پر جا کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ اگر غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی۔ تو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی

مردوزن کو جائز بلکہ مستحب ہے

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کُنتُ نہیتکم عن زیارۃ القبور الاَ فزوروْہا۔ یعنی میں تم کو زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا۔ سنو قبور کی زیارت کیا کرو۔

زیارت کے لیے افضل دن جمعہ وشنبہ ودوشنبہ ہے۔ محمد بن واسع نے کہا کہ موتی جمعہ وجمعرات وشنبہ کے روز زائرین[1] کو جانتے ہیں،

ابن شیبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اُحد کی قبور پر ہر سال تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبیٰ الدّار[2] (شامی) کہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیارت قبورؔ کی مستحب ہے۔ اگرچہ دور ہوں۔ اور یہ حدیث کہ لَا تشدّ الرحال الّا الیٰ ثلاثۃ مساجد[3] خاص مساجد کے ساتھ ہے۔ اس میں تذکرہ مزارات اولیاء اللہ کا کوئی نہیں، کہ اس سے ممانعت سمجھی جائے۔

ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ کہ منکرات ومفاسد کے سبب زیارت مزارات کی ترک نہ کرے۔ لَاِنَّ القربات لا تترک لمثل ذالک یعنی عبادتیں اس بات سے ترک نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ جنازہ کے ساتھ اگر عورتیں جائیں تو جنازہ کے ساتھ جانا ترک نہیں کیا جاتا اور حج کا ازدحام[4] تو اظہر من الشمس ہے کہ وہاں اختلاط[5] مرد وعورت کا ہوتا ہے۔ اور وہاں جانا عبادت ہے۔

---

[1] زائرین زیارت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ [2] سلام ہو تو پر لبسبب تمہارے صبر کے آخر کا گھر اچھا ہے۔
[3] سوائے تین مسجدوں کی طرف جانے کے کاٹھیاں نہ کسی جادیں [4] ازدحام۔ انبوہ۔ بھیڑ۔
[5] اختلاط۔ بمعنی ملنا جلنا۔

قبرپوش قبورِ اولیاء اللہ

روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرقد مُبارک کو چادر سے پوشیدہ کیا ہوا تھا۔ جو اصحابی زیارت کو جاتے، ان سے اجازت لیتے اور وہ غلاف مرقد مقدس کا اٹھا کر زیارت کا اذن فرماتی تھیں۔

پھول چڑھانے بھی جائز ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاخ درخت کی لیکر دو قبروں پر رکھی تھی اور فرمایا کہ جب تک یہ تازہ رہیں گی۔ اہلِ قبور کو تخفیف عذاب کی ہوگی۔

روشنی برائے رفع ظلمت وسہولت آمد ورفت زائرین جائز ہے کہ جس چیز میں کسی مسلمان کا نفع ہو اور وہ چیز محرمات[1] ومکروہات میں سے نہ ہو۔ تو وہ چیز مستحب ہے اور علاوہ براں عزت اسلام کی ہے۔

زیارت کرنے والوں کی نگاہ میں جس طرح قبہ سے شوکت اسلام کی ہوتی ہے۔ ویسی ہی روشنی سے بھی عزّت اہلِ مرقد[2] کی دل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

اس سے زیادہ سند اور کیا ہوگی۔

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مُبارک میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد مقدس ہوئی اور وہاں شب کو روشنی بھی ہوتی تھی، اور بعدہٗ کل اہل اسلام کیا علماء اور کیا اولیاء وسلاطین سب متفق ہوئے کہ صدہا قنادیل قیمتی کی روشنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر ہوئی نہایت درجہ کی فضیلت رکھتی ہے۔

الغرض معاملات اہل مدینہ کے جو بحضور مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے چلے آئے ہیں۔ سند قوی ہے۔ فقط،

---

[1] محرمات، حرام چیز۔
[2] مرقد، خوابگاہ۔

اسقاط میّت

اسقاطِ میّت جو قبل از نماز جنازہ رائج ہے۔ اس میں بھی کچھ قباحت شرعی نہیں۔ صدقات، تبرکات میں جو اہلِ سُنت و جماعت کو اتفاق ہے۔ لیکن اس اسقاط میں جو قضائے حقوق اللہ میں حیلہ ہے بوجہ شرعی ہے۔ یعنی عوض صلوٰۃ و صوم فرائض و واجبات کے قرآن مجید اور کچھ نقد و جنس جن کا ثواب تو بجائے خود رہا نفس جنس کی قیمت بمعاوضہ ہر ایک نماز و صوم کے اندازہ کر کے چند سال کے واسطے ایک دفعہ ایک مفلس کو دیئے جائیں پھر وہ مخلص اسی قدر مدّت کی نمازوں و روزوں کے عوض دوسرے کے ملک کر دیوے۔

یہاں تک کہ حساب اندازہ کیا ہوا پورا ہو جاوے اس میں اُمید ہے کہ یہ حیلہ منظور ہو جاوے، نہ دینے سے بہر کیف دینا مستحسن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين** ؛ یعنی جن کو طاقت روزے کی نہ ہووے تو طعام ایک مسکین کا فدیہ دیویں بے شک میّت بروقت وفات عاجز تو ہو ہی جاتا ہے۔

اور طاقت صوم و صلوٰۃ کی نہیں رکھتا اور حیلہ شریعت میں مذموم بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا کہ تو نے اپنی زوجہ کے مارنے کی قسم کھائی تھی کہ سو لکڑی ماروں گا۔

سو ایک سو تنکے کا جھاڑو لیکر اس کو مارو کہ تمہاری قسم پوری ہو جاوے، سو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس حیلہ اسقاط میں کوئی امر غیر مشروع بھی نہیں اور نہ قطعاً حکم ہے کہ سب عبادتیں اس کے ذمے سے ادا ہو گئیں۔ صرف اُمید ہے اسی امید پر تلقین میت کی بعد از دفن مستحب ہے کہ بعد از دفن میّت کو پکار کر کہا جاوے۔ کہ اے فلانے فلانے کے بیٹے، یاد کر رَب اپنے کو اور کہو اللہ میرا رب ہے۔ اور نبی محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام میرا قرآن ہے۔ اور دین میرا اسلام ہے۔

قبر میں کس کس سے سوال نہیں ہوتا

واضح ہو کہ جن سے سوال نہیں ہوتا۔ ان کی تلقین کرنی ضروری نہیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ کل بنی آدم سے سوال ہوتا ہے حتیٰ کہ لڑکوں سے اور لڑکوں کو ایک فرشتہ تلقین کرتا ہے۔ اور اس کو الہام ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بچپن میں الہام ربانی ہوا۔

جنہوں نے کلام کی تھی۔ حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا۔ کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال صرف مومن یا منافق سے ہوتا ہے۔ جو منسوب بطرف قبلہ ہو۔ یا اولئے ظاہر کلمہ شہادت اور کافر منکر سے نہیں ہوتا۔ اور ابن حجر کا قول ہے کہ مکلف[1] سے ہی ہوتا ہے اور کہا کہ انبیاء اور صدیقین و شہداء و مرابط فی سبیل اللہ یعنی جہاد کا مستعد اور گھوڑا راہ خدا میں باندھنے والا اور مطعون یعنی وبا میں مرنے والا۔ جب صابر طالب ثواب مرے اور اطفال مومنین اور جمعہ یا جمعرات کے دن مرنے والا اور ہر رات بلا ناغہ سورۂ ملک و تبارک اور مرض الموت میں سورۂ اخلاص پڑھنے والا ان سب سے سوال نہیں ہوتا۔

---

[1] مکلف۔ یعنی عاقل بالغ۔

اطفال مشرکین کا کیا حال ہے

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس میں اختلاف ہے۔ کوئی ان کو ناری کہتا ہے اور کوئی جنتی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں توقف فرماتے ہیں اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بدون گناہ کے عذاب نہیں دیتا اور ابوالبرکات نسفی نے روایت توقف کو ضعیف لکھا ہے اور کہا کہ صحیح روایت امام صاحب سے یہ ہے اطفال مشرکین مشیت الٰہی میں ہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ اعلم بما کانو عاملین یعنی خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ کرنے والے تھے اور امام کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کل مولو دیولدُ علی الفطرۃ یعنی جو لڑکا ہے وہ دین پر پیدا ہوتا ہے اور مرتے وقت معاذ اللہ جس سے کلمات کفر سرزد ہوں اس کے حق میں بخشش مانگی جاوے اور تجہیز و تکفین اس کی اہل اسلام جیسی کرنی چاہیے۔

کیونکہ یہ کلمات بے ہوشی اور زوالِ عقل کے وقت سرزد ہوئے ہیں اور الم موت بہت بڑا ہے۔ شیطان بھی اس وقت عقل بگاڑ دیتا ہے۔ اور وہ وقت بڑے امداد میت کے ہیں۔ ایک وقت موت کا کہ شیطان اپنے ذریات سے کر میت کے بزرگوں اور دوستوں کی صورت بن کر اس کے پاس آتا ہے اور فتنہ میں ڈالتا ہے۔

دوم بعد از دفن فرشتے مہیب (ڈراؤنی) صورت سے اس کا امتحان لیتے ہیں۔

پس دونوں وقت میں اس کی تلقین ضروری ہے۔

جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتنۃ المحیا والممات فرمایا ہے اور اس سے پناہ مانگی ہے اور اُمت کو تعلیم فرمائی ہے کہ دعا میں ان دونوں وقتوں سے پناہ مانگیں۔

اطفالِ مشرکین ۱؎ یعنی مشیت الٰہی میں ہیں ۲؎ کیونکہ حدیث شریف
۳؎ حیاتی اور مرنے کے عذاب سے۔

وقف کا بیان

وقف کرنے والے کی ملک ٹھہری ہوئی اصل چیز روک میں رہے اور اس چیز سے جو فائدہ ہو اس کی خیرات کرنے کو وقف کہتے ہیں۔ اگر قاضی حکم کر دیوے تو وقف کی ہوئی چیز وقف کرنے والے کی ملک سے نکل جاتی ہے۔

وقف تب ہوتا ہے، جب وقف کرنیوالا اس چیز کو اپنی ملک سے الگ کر دیوے اور متولی کو سپرد کر دے اور ہمیشہ کے واسطے وقف کر دے۔ اگر زمین اور اس کے جوتنے والے بیل اور ہلواہے وغیرہ اس کے ساتھ وقف کرے تو درست ہے۔

وقف کی چیز کو تملیک کرنا اور بانٹنا اگرچہ اپنی اولاد پر ہی وقف کیا ہو) جائز نہیں وقف کی چیز سے جو پیدا ہو، وہ پہلے اس کی عمارت یا درستی میں خرچ کرے خواہ شرط کرنے والے نے یہ شرط نہ کی ہو۔

اگر کوئی حویلی وقف شدہ ہو تو اس میں رہنے والا اس کی مرمت کرے۔ اور اگر وہ انکار کرے یا عاجز ہو مرمت نہ کر سکے تو حاکم اس کی اس طرح مرمت کرے۔ کہ اس مکان کو کرائے پر دے جو کرایہ ہو وہ مرمت پر لگا دے، اگر وقف شدہ مکان خراب ہو جاوے جو بالکل بنانے کے قابل نہ ہو اُس کو گرا کر وقف عمارت پر خرچ کیا جائے

اگر حاجت ہو تو اس میں کچھ باقی رہا ہو، تو حفاظت سے رکھا جاوے کہ احتیاج کے وقت کام آوے۔ اور اس کو وقف کے حقداروں میں نہ بانٹ دیا جائے۔

بہتان کی سزا کا بیان

بہتان کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ بہتان ایک دفعہ کے اقرار سے یا دو گواہوں کی گواہی

۱؎ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا ہے اور کہا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جاتی رہے گی، مِلک وقف کرنے کے وقت اور کہا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ملک بعد تسلیم کی جاتی رہے گی۔ اور اس پر فتویٰ ہے۔

سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی محصن[1] عورت یا مرد کو زنا کا بہتان لگایا۔ اس نے بہتان لگنے والے کی سزا چاہی تو اس بہتان لگانے والے کو سزا دی جائے گی۔
بدن ننگا کرکے کوڑے مارے جاویں گے۔ اگر اس شخص نے روئی دار کپڑے پہنے ہوں تو اتار لئے جاویں اگر بہتان لگانے والے نے بہتان لگایا اور پھر گیا۔ اور جس پر بہتان لگایا، اس نے معاف کر دیا۔ اس صورت میں بہتان، لگانے والے پر سے حد نہیں گزرتی۔

خرید و فروخت کا بیان

جب بیچنے والا کہے کہ میں نے یہ چیز بیچ ڈالی اور خریدنے والا کہے کہ میں نے خرید لی۔ یا یوں کہو کہ خریدنے والا بیچنے والے کے ہاتھ میں قیمت مال کی دے دے، اور مال لے لے تو بیع درست ہو جاتی ہے۔
اگر بیچنے والا یا خریدنے والا قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اُٹھ گیا۔ تو ایجاب باطل ہوگا۔
اگر قیمت[2] کا شمار اور وصف بیان کر دیا جائے تو بیع جائز ہے اگرچہ قیمت کا اشارہ نہ ہو۔
اگر مقررہ قیمت موجود ہو اس کی طرف اشارہ کیا جائے کہ ان کے روپوں یا اشرفیوں کے بدلے مول لیا۔ تو بیع جائز ہو جاتی ہے۔
بیع نقد اور قرض درست ہے۔
قرض کی یہ شرط ہے کہ مدت ادا کرنے کی مقرر کر لی جائے۔
اگر کوئی صندوق اس قسم کا اس شرط پر خریدا کہ اس میں پچاس کپڑے ہیں۔ پھر اس کے حساب کم یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہے۔

---

[1] محصن وہ ہے جو عاقل بالغ مسلمان زنا سے بچا ہو۔
[2] جیسے یہ کہا یہ چیز چار یا آٹھ روپے کی ہے۔

اگر درخت پھل لگا ہوا بیچا، تو پھل بیچنے والے کا ہے۔ اگر میوہ کا ذکر بھی بیچنے میں آ جاوے، تو خریدنے والے کا ہو جاتا ہے۔

مفقود کا بیان

مفقود غائب چیز کو کہتے ہیں۔ جب ایسا غائب ہو کہ جس کا کہیں پتہ نہ ہو، اور نہ اس کی زندگی یا موت کا حال معلوم ہو۔ اس کو مفقود کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں قاضی ایک شخص کو مقرر کرے کہ جو اُس غائب شدہ کے حق لیا کرئے اور اس کے مال کی حفاظت کیا کرے اور مفقود کے مال سے اس کی جورو پر اور اس کے رشتہ دار پر کہ جس سے وہ پیدا ہُوا یا مفقود کی اولاد میں خرچ کرے قاضی مفقود اور اُس کی زوجہ میں تفریق نہ کرے، نو برس کے بعد حکم کرے کہ مفقود مر گیا تب اس مفقود کی عورت عدّت میں بیٹھے۔ اور اس کا مال اس وقت اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جاوے نوّے[1] برس سے پہلے تقسیم نہیں ہو سکتا۔

شرکت کے بیان میں

شراکت دو قسم کی ہوتی ہے۔ پہلا مالک اور دوسرا عقود
شراکت املاک اس کو کہتے ہیں جو دو شخصوں یا کئی شخص مل کر خریدا کریں۔
اس صورت میں بلا اختیارات دوسرے شریکوں کے اس میں سے خرچ کرنا حرام ہے۔
شراکت عقود اُسے کہتے ہیں۔ جو دو آدمی یا کئی آدمی مل کر شراکت کریں اور ایک دوسرے سے کہیں کہ میں تیرا اتنے روپوں میں شریک ہوا اور وہ دوسرا قبول کرے سو ایسا معاوضہ کی طرح پر ہوتا ہے۔ ایک معاوضہ ہے کہ دونوں شریک مال ہیں اور تصرف میں اور دین میں برابر ہوں۔
اگر حُر[2] اور غلام یا بالغ و نابالغ یا کافر اور مسلمان نے آپس میں شراکت معاوضہ کی تو

---

[1] یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چالیس برس گذر جائیں تو تفریق کرے۔
[2] حُر۔ آزاد۔ ۱۲

درست نہیں۔ شراکت کا مال شریک کے پاس بطور امانت ہوتا ہے۔

خریدی ہوئی چیز میں اگر کچھ عیب دیکھا تو واپس کر دے، یا قیمت جس قدر مقرر ہوئی تھی، وہ واپس لے لیوے، اگر کپڑا خرید کر کے اس کو قطع کر لیا اور اس میں کچھ عیب دیکھا۔ تو عیب کے نقصان کے بموجب اتنی قیمت بیچنے والے سے خریدار واپس لے۔

اگر کپڑا خرید کر سیا یا رنگا۔ یا آٹا خرید کر اس میں گھی ملا کر اس میں کچھ عیب پایا۔ تو عیب کے نقصان کی قیمت خریدار بیچنے والے سے واپس لے سکتا ہے۔

اگر فروخت کرنیوالا یہ کہہ دیوے کہ میں نے اس چیز کو سب عیبوں کے ساتھ فروخت کیا۔ یعنی اگر اس میں کچھ عیب ہو تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

اگرچہ ہر عیب کا نام نہ لیا ہو، درست ہے اگر خریدار نے پھر اس میں عیب دیکھا۔ تو اس کو، واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

بیع فاسد اور باطل کے بیان میں

شکار سے پہلے مچھلی اور ہوا میں اڑتا ہوا جانور اور پیٹ کا بچہ اور بچے کا بچہ اور تھنوں میں دودھ اور سیپ میں بند موتی اور بھیڑ کے جسم پر لگی ہوئی اُون اور چھت میں لگا ہوا شہتیر اور کپڑے میں سے گز بھر بیع فاسد ہے۔

مردے، خون، شراب، حرّاء ام ولد وغیرہ کی بیع درست نہیں۔

درخت میں لگا ہوا میوہ ٹوٹے ہوئے میوے کے بدلے بیچا تو درست نہیں۔ جنگل کی گھاس زمین پر لگی ہوئی اور اس کا اجارہ دیا۔ اور شہد کی مکھی بیچنا جائز نہیں ریشم کا کیڑا اور اس کے انڈے بیچنے جائز ہیں۔ مرے ہوئے جانور کے پٹھے ہڈی اون، سینگ، بیچنا جائز ہے

اگر گھی برتن سمیت تول کر بیچا اور برتن کا قیاسًا وقت لگا لیا تو درست نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ شرط ہو کہ برتن کا وزن اس قدر مجرا لے گا تو درست ہے۔ اگر کپے سمیت گھی تول کر خرید

کیا اور کپا بھی بیچنے والے کو واپس دے دیا۔ تو پھر اس کے وزن میں جھگڑا پڑا۔ مثلاً بیچنے والا کہتا ہے کہ کپا دس سیر کا تھا۔ اور خریدنے والا کہتا ہے کہ کپا بارہ سیر کا تھا۔ تو ان میں سے بات خریدار کی معتبر ہو گی۔

اگر بیع فاسد کو فسخ کیا تو خریدار کو اختیار ہے کہ جب تک اپنی دی ہوئی قیمت واپس نہ لے لیوے تب تک بیچنے والے کو اس پر قبضہ نہ کرنے دیوے۔

فاتحہ خوانی پر چند سوال و جواب

سوال: صدقات مالی جیسے طعام اور شیرینی پھل و پھول اور عبادتِ بدنی جیسے کلمہ شریف درود شریف و اور دواذکار و نماز و روزہ ختم قرآن شریف ان کا ثواب موتی کو پہنچا ہے یا نہیں؟

جواب: صدقات مالی کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور معتزلہ اس کہ منکر ہیں۔

حنفیہ کرام کے نزدیک جمیع صدقات مالی و عبادات کا ثواب موتی کو پہنچتا ہے۔

دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ان کی زندگی میں سلوک کیا کرتا تھا۔ اب بعد وفات کے سلوک کس طرح کروں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلوک بعد وفات کے یہ ہے۔ کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھا کرو۔ اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھا کرو۔

اور نیز دار قطنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حدیث نقل ہے کہ جو شخص قبرستان کے پاس سے گذرے اور قل شریف گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب موتی کو بخشے گا۔ اسی قدر اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بھی دیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے موتیٰ کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دُعا مانگتے ہیں۔ کیا یہ اُن کو پہنچتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ یہ پہنچتا ہے۔ اور مردے اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ، کسی کے پاس ایک طشت تحفہ و تحائف کا پیش کیا جاوے۔ تو وہ خوش ہوتا ہے۔

اور ابو داوَد میں معقل ابن یسار رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تم اپنے موتیٰ پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو اور اجماع مسلمین، حرمین، شریفین، میں قدیم سے چلا آتا ہے کہ سب اہلِ اسلام صالحین جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور ثواب اس کا موتیٰ کو بخش دیتے ہیں، اور معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ آدمی کے واسطے وہی ہے جو کچھ اس نے خود کوشش کی معتزلہ کا قول ہے کہ: بجز اپنی کوشش کے دوسرے کی کوشش کچھ مفید نہیں۔ حنفیہ کرام ان کی اس دلیل کے آٹھ جواب دیتے ہیں۔

۱. عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ یہ آیت مذکور اس آیت کے ساتھ منسوخ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی (سورۃ الطور آیت ۲۱) یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد ایمان میں اُن کے تابع ہوئی ہے۔ تو ہم ان کو ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عملوں سے کچھ نقصان نہ کریں گے۔

۲. یہ کہ آیت اوّل کا مضمون حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے ساتھ مختص ہے۔ یعنی صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام میں یہ ہے۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

یعنی امم ماضیہ کے واسطے یہ ہے حکم تھا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا پابند و مقید ہے۔

ترجمہ: کوئی نفس دوسرے کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔ اور آدمی کے ساتھ بجز اپنی سعی کے کچھ نہیں اور اس اُمت مرحومہ کے واسطے اپنے اپنے، اعمال بھی ہیں اور دوسروں کے اعمال کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

۳. ربیع بن انس رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ آیت اوّل میں مراد از انسان کافر ہے کہ کافر کو دوسرے کا عمل کچھ مفید نہیں ہوتا۔

بخلاف مومن کے کہ دوسروں کے اعمال اس کو مفید ہوتے ہیں۔

۴. اس آیت میں بیان طریق عدل کا ہے اور دوسروں کے اعمال کا ثواب بطریق افضل پہنچتا ہے۔

۵. ابوبکر دوراق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ما سعیٰ کے معنی مانوی کے ہیں، یعنی مومن کو اپنی نیت کے مطابق جزا ملتی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے، کہ آدمی کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی ہو۔

۶. ابواسحاق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

ترجمہ: کہ کافر کو دنیا میں اس کے اعمال کی جزا ملتی ہے اور عقبیٰ میں اس کے واسطے کچھ نہیں رہتا۔

۷. یہ کہ لام للانسان میں بمعنی علیٰ ہے۔

جیسا کہ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا اور لَهُمُ اللَّعْنَةُ میں ہے۔ یعنی آدمی پر دوسرے کے گناہ کا عذاب نہیں ہوتا۔

۸. یہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کے معنی یہ ہیں۔ کہ اسباب مال کے بہت ہیں۔ گاہے انسان خود عمل کرتا ہے اور گاہے بسبب اعمال کے سعی کرتا ہے: یعنی بیٹا

اور دوست بنلتا ہے کہ اس کے سبب سے یہ لوگ اس کے لیے عمل کرتے ہیں اور گاہے خدمت دین و اولاد بندگان خدا کرتا ہے کہ اس سبب سے وہ مستحق ثواب اُن اعمال کا ہوتا ہے۔

یہ سب کچھ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو کبش (مینڈھے) قربانی فرماتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسرا مومنین اُمت کی طرف سے اس حدیث کو ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ثواب صدقات کا دوسرے مومن کو بخشنا خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ مسنون ہے۔

اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے۔ اَب کونسا صدقہ اس کے لیے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پانی" پس اُس نے کنواں کھدوا کر کہا۔ کہ یہ کنواں اُمّ سعد کے لیے ہے

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ طعام وغیرہ سامنے رکھ کر اگر کہا جاوے کہ فلانے موتےٰ کے واسطے ہے۔ تو جائز ہے، اور اس میں اتباع صحابہ کرام کا ہے۔

اور حدیث شریف میں وارد کہ دُعا بلا کو رَد کرتی ہے اور صدقہ خدا کے غضب کو فرو کرتا ہے۔

اور نیز وارد ہے کہ عالم و شاگرد کسی گاؤں کے پاس سے گزرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس گاؤں کے قبرستان کا عذاب چالیس روز تک معاف کر دیتا ہے۔

سوال: دُعا میں دو ہاتھ اٹھانے کیسے ہیں

جواب: مسنون ہیں جیسا کہ مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو، تو ہاتھوں کی پیٹھ سے سوال مت کیا کرو پس جب تم دُعا سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھ چہرے پر ملا کرو۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ تم اپنی، ہتھیلیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت سے مت سوال کرو۔ پس جب تم دعا سے فارغ ہو تو ہاتھ منہ پر ملا کرو۔

اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو بغیر چہرے پر ملنے کے نیچے نہ کرتے تھے اور سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کہ فرمایا رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تمہارا رب بڑا حیا دار اور کریم ہے۔ اپنے بندہ سے بہت حیا کرتا ہے، جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، تو ان کو خالی ہاتھ رد کر دے، اور نیز انس بن مالک رضی اللہ عنہ، اور سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرویات ہیں کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تو بعد فراغ کے چہرے پر ملتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر دعا میں ہاتھ سینے سے بلند کرنے نئی بات ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دُعا میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

بلکہ گاہے بگاہے سینے سے بلند کرتے اور گاہے سینے کے برابر رکھتے تھے۔ جیسا کہ دعائے استسقاء میں بہت بلند کرتے تھے اور ہاتھوں کی پشت کو اوپر کرتے تھے اور باقی دعاؤں میں ہاتھ سینے کے برابر رکھتے۔ اور ہتھیلیوں کو اوپر رکھتے تھے۔

الغرض فاتحہ خوانی و ختم قرآن شریف وایصال ثواب و صدقات و نذر کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی جیسا کہ اہلِ اسلام میں مروج ہے۔

سُب مسنون ہے۔ اور ایصال ثواب کا یہی ہوتا ہے۔

کہ یا اللہ اس کا ثواب فلانے فلانے روح کو پہنچا اور موجب حدیث مذکور سلمان رضی اللہ عنہ کے جس دُعا میں اجابت و قبولیت منظور ہو تو بالضرور اس میں ہاتھ اٹھاوے کہ جب فحوائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم اپنے کرم سے بندہ کے ہاتھ خالی نہیں رد کریگا۔ اور نہ کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نِکاح کا بیان

نکاح[1] ایک ایسی عبادت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لےکر آج تک جاری ہے اور یہ عبادت جنت میں بھی رہے گی۔ غرض اس سے کثرتِ تعداد مسلمانوں کی ہے جنت میں جب جنتی چاہے گا کہ میری اولاد ہو تو بمجرد اس خواہش کے لڑکا ماں کے پیٹ سے سانس کے رستے سے پیدا ہو کر جوان ہو جاوے گا، جیسے ذاکر قلبی[2] کے سانس فرشتے بن کر آسمان کو جاتے ہیں۔ نکاح شرعاً ایجاب و قبول کا نام ہے، جو مفید ملک تمتع[3] کا ہوتا ہے یعنی مرد کو عورت سے برتاؤ کرنا حلال ہوتا ہے جس میں شرعاً ممانعت نہ ہو، خنثیٰ جس کو مرد و عورت کے دونوں سبیل[4] ہوں اور جو عورت کتابی[5] نہ ہو یا محرم[6] ہو ان سے نکاح ناجائز ہے۔ اور جنتی اور دریائی انس سے بھی نکاح ناجائز ہے کیونکہ وہ انسان کی قسم سے نہیں جنات کا آپس میں نکاح درست ہے۔

○

---

[1] نکاح کے لغوی معنی وطی کرنے کے ہیں اور اصلاح شرح میں ایک معاملہ ہے جو ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے [2] دل سے ذکر کرنے والا [3] نفع اٹھانا [4] سبیل، راہ یعنی فرج و ذکر [5] کتابی سے مراد اہل کتاب مثلاً یہود و نصاریٰ ہیں [6] محرم. وہ رشتہ دار میں سے نکاح ناجائز ہے، مثلاً پھوپھی، خالہ، چچی وغیرہ

نکاح کے اقسام

نکاح پانچ قسم ہے۔ واجب، سنّتِ مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ۔

جب آدمی کو شہوت بہت ہو اور زِنا پر یقین ہو تو اس حالت میں نکاح واجب ہے اور سنّت مؤکدہ اس حالت میں ہے جب معتدل مزاج ہو اور مہر و نفقہ[1] کی طاقت رکھتا ہو اگر اس کو عورت کی حق تلفی کا یقین ہو تو حرام ہے اگر شک ہے تو مکروہ ہے۔ اعلان نکاح کا مستحب ہے۔

آداب و شرائطِ نکاح

اوّل خطبہ پڑھنا، دوسرا جمعہ کا روز ہو، تیسرا مسجد میں ہو چوتھا اماد رشید عقلمند ہو، پانچواں گواہ نیک اور صالح[2] ہوں چھٹا عورت سے اجازت پوچھنا، ساتواں عورت بھیج کر اس کو دیکھ لینا، یہ حدیثوں میں مشہور ہے کہ مرد خود عورت کو دیکھ لے مگر یہ دیکھنا حرام ہے جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی آثار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ اجنبی[3] عورت کا چہرہ دیکھنا بالکل حرام ہے۔ اس سے احادیث نظارے مخطوبہ[4] بالکل منسوخ ہو گئیں۔

عورت اور مرد میں نسبت

عورت مرد سے کمسن ہو، خاندان میں بھی عورت مرد سے کم ہو، عزت اور مال میں بھی ہو اور خلق ادب پرہیزگاری اور جمال[5] میں مرد سے فائق[6] ہو، عورتیں جمع ہو کر خوشی کے ساتھ

---

[1] نفقہ، خرچ [2] نیکوکار [3] اجنبی، بیگانہ [4] مخطوبہ، عورت جس کی منگنی ہو چکی ہو [5] جمال خوبصورتی [6] فائق، اوپر۔

ذکر اذکار کرتی ہوئیں دلہن کو مرد کے گھر رات کو پہنچائیں تو اچھا ہے بشرطیکہ کوئی دینی فساد نہ ہو اور راستہ میں بلند آواز نہ کریں اور بے پردہ ہوں۔

چند مسائل متعلقہ نکاح

ایجاب و قبول نکاح کے دو رکن ہیں جو عقد میں پہلے بولا جاوے وہ ایجاب ہے۔ جو اس کے جواب میں ہو وہ قبول ہے۔ ایجاب و قبول بصیغہ[1] ماضی ہوں یعنی زَوَّجْتُ نَفْسِیْ مِنْکَ (اپنے نفس کا تجھ سے نکاح کر دیا) اور عورت اسی مجلس میں کہے کہ میں نے قبول کیا یا ان کے وکیل یا ولی باہم ایجاب و قبول کریں۔ ایک وکیل یا ولی نام لے کر کہے کہ فلاں لڑکے یا لڑکی کو میں نے فلاں لڑکی سے نکاح کیا اس کا ولی یا وکیل کہے کہ میں نے اس کی طرف سے قبول کیا۔

اگر مجلس میں گواہوں کے روبرو مرد عورت زوجیت[2] کا اقرار کریں کہ ہمارا نکاح ہے تو اس اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اگر مرد عورت دونوں سے اس امر کی تصدیق کرے کہ ہمارا نکاح ہے اور دونوں پختہ یقین دلا دیں تو نکاح ہو جاتا ہے اگر مرد کہے کہ میں نے تجھ کو اپنی عورت بنایا یا عورت کہے کہ میں نے تجھ کو اپنا خاوند بنا لیا اور دوسرا کہے کہ میں نے تجھ کو قبول کیا تو یہ نکاح ہو جاتا ہے۔ اگر مرد کہے کہ یہ میری عورت ہے اور عورت کہے کہ یہ میرا خاوند ہے۔ صحیح یہی ہے کہ نکاح ہو جاتا ہے۔

ایجاب و قبول میں یہ ضرور ہے کہ لفظ تزویج[3] کا ہو یا نکاح کا یا ایسا ہو جس سے تملیک[4] ثابت ہوتی ہو جیسے کہا جاوے کہ میں نے اپنا نفس تم کو بخش دیا اور مرد کہے کہ میں نے قبول کیا دے دیا، صدقہ کر دیا، قرض دیا، سپرد کیا، اپنا نفس دے کے تیرے ساتھ صلح کی صرف کیا اور مرد کہے کہ میں نے قبول کیا ان سب میں نیت شرط ہے اور گواہ بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ان کی مراد نکاح ہے۔ اگر نیت قرینہ اور گواہ نہ سمجھیں تو نکاح درست نہیں اور نکاح میں دو گواہ

---

[1] ماضی زمانہ گزشتہ کو کہتے ہیں [2] زوجیت میاں بیوی ہونا [3] تزویج، نکاح کرنا [4] تملیک، مالک بنا دینا۔

(مرد) حاضر ہونے ضروری ہیں اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں حاضر ہوں اور فریقین[1] کے الفاظ ایک مجلس میں سنتے ہوں اور سمجھتے ہوں، مسلمان ہوں خواہ دونوں ایک ہی شخص کے بیٹے ہوں یا ایک کا ایک بیٹا ہو اور دوسرے کا دوسرا۔ مگر ان بیٹوں سے زوجین کے انکار کے وقت نکاح ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر عورت بالغ ہو اور باپ اس کا ایک گواہ کے سامنے نکاح پڑھاوے تو جائز ہے کیونکہ اصل میں وہی عاقد بنائی گئی باپ اور دوسرا شخص گواہ تصور ہوئے۔ اگر عورت حاضر نہ ہو تو نکاح نہیں ہوتا۔

مسئلہ: مرد اگر چند لوگوں کو ناطہ کے لیے ولی عورت کے پاس بھیجے۔ منجملہ ان کے ایک شخص ولی سے ناطہ کی درخواست کرے اور ولی اس کے جواب میں قبول کر لے نکاح کر دیوے تو یہ نکاح بھی صحیح ہے۔ کیونکہ بولنے والا عاقد تصور کیا گیا اور باقی گواہ۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو کوئی مرض (برص یا جنون یا جذام وغیرہ) ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی عورت چاہے تو حاکم کو درخواست دے کر تحقیق کرا کے تفریق کرائے اور حاکم کو چاہیے کہ وہ تحقیق کر کے ان دونوں کو جدا کر دے۔

کسی عورت کا نکاح ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید نہیں کر سکتا اور عورت کے ولی ترتیب وار یہ ہیں، باپ، دادا، بھائی، بھتیجا، چچا، ماں، دادی، بہن، پھوپھی، خالہ خالو وغیرہ

صغیرین کے نکاح میں ولی کا ہونا فرض ہے۔ ان کا نکاح بغیر ولی کے ناجائز ہے اور بکر بالغہ واسطے ولی کی موجودگی سنت ہے۔

اگر عورت بالغہ غیر کفو میں نکاح پڑھانا چاہے تو وہ نکاح بدوں اجازت ولی کے ناجائز ہے، اگر ولی بے مروتی کرے اور عورت کی حق تلفی کرے یا رشوت لے، اگرچہ باپ دادا نکاح کرے

تو اس کو بالغ ہونے پر اختیار فسخ ہوگا اور اس فسخ میں قاضی کی شرط ہے۔

اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں صغیرہ اور کبیرہ ہوں اور وہ بوقت نکاح کبیرہ کے[1] سہواً صغیرہ کا نام لے لیوے تو چھوٹی کا نکاح منعقد ہوگا۔

مہر کے بیان میں

مہر صدقہ عطیہ کا نام ہے۔ ادنیٰ درجہ اس کا دس درہم ہے اس سے کم جائز نہیں اور اکثر مہر کی کوئی حد نہیں، باہم اتفاق کرکے جس قدر مقرر کرلیں اسی قدر معتبر ہوگا۔ دس درہم سے زیادہ جو مقرر کرلیں، درست ہے۔

اگر دو شخص اپنی بیٹیوں یا بہنوں کا ایک دوسرے سے بالمقابل نکاح کردیں اور دونوں نکاحوں کا ایک دوسرے سے معاوضہ قرار دیں تو اس نکاح کا نام شغار ہے۔ اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، مہر مثل وہ ہے جو عورت کے قدیم خاندان سے اس شرط پر مقرر چلا آتا ہو کہ دونوں عورتیں علم، جمال، عمر، اخلاق میں مساوی ہوں اور جس جگہ مہر کا ذکر نہ آوے وہاں مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ اگر مہر خدمت زوج یا تعلیم قرآن مقرر کیا جاوے تو بھی مہر مثل دینا ہوگا۔ اگر مہر کی نفی کریں تو بھی مثل آوے گا، کیونکہ یہ معاوضہ شرع نے مقرر کردیا ہے۔ اگر عورت کا مہر مذکور نہ ہو اور قبل از وطی و خلوت اس کو خاوند طلاق دے دے تو متعہ[2] دینا واجب ہوگا اگر معین ہو تو۔ نصف مہر مسمّٰی۔

اگر نکاح کے وقت کچھ مہر مقرر کیا گیا ہو اور بعد میں بخوشی زوجین کچھ کم یا زیادہ کریں تو یہ کمی، بیشی معتبر ہوگی، اگر مہر میں یہ شرط کرے کہ خوب صورت ہو تو دو ہزار۔ اگر بدصورت ہو تو ایک ہزار یہ شرط جائز ہے، اگر مہر خاص غلام مقرر کرے یا خاص روپیہ تھیلی کا یا کوئی اور جنس اور قبل از خلوت

---

[1] کبیرہ، بڑی صغیرہ، چھوٹی

[2] ضروری زنانہ کپڑے جن کی قیمت نصف مہر مثل سے زائد نہ ہو اور درہم سے کم نہ ہو نان ونفقہ مناسب حال دونوں سے دیا جائے گا۔

طلاق دے تو متعہ واجب ہوگا اور کوئی گھوڑا یا بکری وغیرہ مقرر کرے تو اس کی درمیانی جنس دینی ہوگی۔ نکاح فاسد میں اگر وطی کرے تو مہر مثل دینا آئے گا۔ اگر مہر مسمّٰی کم ہو تو اس سے زیادتی نہ کی جاوے گی اور مثل کا ثبوت بشہادت دو شاہدین (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتاں) کے ہو سکتا ہے، عورت اپنے ماں باپ کی زیارت کے واسطے بغیر اجازت خاوند کے جاسکتی ہے۔

جو اشیاء بوقت نسبت ناطہ کے شوہر کی طرف سے بھیجی جاویں، ان کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر والد مخطوبہ کا نکاح نہ کرے تو وہ واپس کی جاویں، اگر خرچ ہوگئی ہوں تو ان کی قیمت ادا کرے اگر نکاح ہو جاوے پھر ان کی نسبت اختلاف پڑ جائے کہ یہ ہدیہ ہے یا مہر۔ پس دیکھا جاوے کہ جنس مہر کی ہے تو مہر۔ اگر جنس ہدیہ کی ہے تو ہدیہ تصوّر ہوگا، یعنی اگر روپیہ نقد ہو تو مہر اور اگر جنس کپڑا وغیرہ اشیاء ہوں تو ہدیہ تصوّر ہوگا۔

اگر کوئی عورت مطلقہ (جس کو طلاق دی گئی ہو) یا بیوہ عدت میں تھی اور کسی سے وعدہ نکاح کا کیا مثلاً ان ایام عدت میں وعدہ کے اعتماد پر اس کو نان ونفقہ دیتا رہا، اگر بعد عدت کے نکاح ہو گیا تو بہتر ورنہ عورت نے اگر نکاح سے انکار کیا تو وہ خرچہ عورت پر واجب الادا ہوگا۔ یعنی وہ مرد واپس لے گا، اگر دونوں باہم مل کر کھاتے رہے ہوں تو مرد واپس نہیں لے سکتا۔

اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کو جہیز (جو والدین دیا کرتے ہیں) دے تو واپس نہیں کر سکتا اگر واپسی چاہے تو ناجائز ہے۔

عورت کے ماں باپ نے جو مہر منظور کرتے وقت کچھ داماد سے لیا ہو وہ رشوت ہے خاوند واپس لے سکتا ہے۔

اگر والدین عورت کے جہیز کی بابت دعویٰ کریں کہ یہ کسی سے برائے نمائش مانگ لیا تھا اور عورت انکار کرے کہ یہ ملکیت ہو چکی ہے یا اگر عورت مر جاوے اور خاوند اس کا ملکیت کا دعویٰ کرے تو عورت اور خاوند کا قول معتبر ہوگا۔ اگر رواج ہے کہ اس قسم کا جہیز

مستعار لے کر لڑکی کو دیتے ہیں، تو والدین کا قول معتبر ہوگا۔ سب ایسے مسائل تابع رواج ہیں۔

اگر عورت کی والدہ اپنے خاوند کے روبرو اپنی لڑکی کو کچھ جہیز دیوے اور اس لڑکی کا والد خاموش رہے تو یہ جہیز واپس نہیں ہوسکتا۔ علیٰ ہٰذا القیاس جو جہیز مروّج ہو اور روبرو والد کے والدہ لڑکی کو دے دیوے تو رد نہیں کر سکتے۔

اس ملک ہند میں رواج ہے کہ دیہاتی یا قصباتی نکاح خواں فارسی خطبے پڑھتے ہیں۔ جس میں مہر پانچسو ٹکہ اور ایک دینار سُرخ سلطانی مقرر کرتے ہیں جیسا کہ لکھا ہے کہ طلاق کے وقت یا وفات کے وقت جب مطالبہ مہر کا ہوتا ہے اور نوبت عدالت پہنچتی ہے تو عدالت علماء کو طلب کر کے مہر شرعی دریافت کرتی ہے اور علماء بموجب رواج عام مہر شرعی پانچسو ٹکہ اور ایک دینار سُرخ سلطانی کے بتیس روپیہ (سکہ گورنمنٹ انگلشیہ کے مساوی) بتاتے ہیں یہ سب غلط ہے وجہ یہ ہے کہ ابتدائے ظہور میں جب سلاطین غزنوی و غوری ملک ہند میں آئے تو انہوں نے خطبہ فارسی زبان میں نکاح خواں ملاؤں کو دیا جس میں مہر پانچسو تنگہ (سکہ رائج ولایت خراسان اور سمرقند و بخارا کا) لکھا تھا اور ان کے دفاترِ شاہی میں بھی اب تک مرقوم ہے کیونکہ ملازموں کو تنخواہ اسی حساب سے دیتے تھے اور عوام الناس ہند نے غلطی سے تنگہ کو ٹکہ سمجھ کر ہزارہا بے کسوں کی حق تلفی کردی۔ تنگہ مطابق رواج عرب درہم کے مساوی ہے جو ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے، جس کی قیمت بحساب بارہ ماشہ چاندی فی روپیہ کے پونے پانچ آنے بنتے ہیں تو اس حساب سے پانسو تنگہ ایک سو پینتالیس روپے تیرہ آنے کے قریب ہوتا ہے اور دینار سُرخ سلطانی (یعنی سونے کی اشرفی) ایک تین ماشہ اور ایک چھ ماشہ اور ایک بارہ ماشہ کی۔ اوسط کے حساب سے اس کے پندرہ روپے ہوتے ہیں تو کل ملا کر ایک سو ساٹھ روپے کئی آنے ہوتے ہیں۔

اس ملک میں بڑی غلطی ہے کہ والیانِ دختر یا زوجہ خود مقدار مہر سے ناواقف ہوتے ہیں اور بالعموم کہہ دیتے ہیں کہ مہر شرعی جو کچھ ہے مقرر کردو

اس ملک میں بڑی غلطی ہے کہ والیانِ دختر یا زوجہ خود مقدار مہر سے ناواقف ہوتے ہیں اور بالعموم کہہ دیتے ہیں کہ مہر شرعی جو کچھ ہے مقرر کردو، اس پر راضی ہیں ان کو پانچسو تنگہ کا حساب معلوم نہیں ہوتا۔

کل عرب اور خاندان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہر چار سو درہم سے کم نہیں ہوتا تھا اور اس وقت درہم پانچ ماشہ کا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے وقت میں ساڑھے تین ماشہ ہوا اور تنگہ رائج دیار سمرقند و بخارا وہی آنہ کا ہے۔ اگر کمی بیشی نرخ چاندی کا خیال کر کے قیمت پانچسو تنگہ کی لگائی جاوے تو جیسا کہ حسب الوقت قرار پاوے اسی قدر روپیہ ہوگا خواہ سوا سو روپیہ ہو یا ڈیڑھ سو مگر بہرحال پانسو تنگہ سے کم نہیں۔ یہ مسئلہ فرد گذاشت کرنے کے قابل نہیں اور نہ کسی شارح نے لکھا ہے اور نہ ہی عدالت میں فیصلہ ہوا ہے منجملہ بدمعاملگی کے منع ہے کہ مہر مثل سے کم مقرر کرے۔

اگر کوئی شخص کسی نابالغہ کا نکاح کسی بے حیثیت سے کردے تو جب وہ بالغ ہو کر اپنے خاوند کو ناپسند کرے تو ایسا نکاح بھی ناجائز ہے۔

محرّماتِ نکاح

والدہ، ہمشیرہ، دادی، پردادی، نانی، بیٹی، پوتی، نواسی، بھانجی، بھتیجی، پھوپھی خالہ، باپ یا دادے کی منکوحہ یا مدخولہ بالزنا، بیٹے یا پوتے کی منکوحہ یا مدخولہ بالزنا اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی شخص ایک کم عمر عورت سے (جو ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچی ہو) نکاح کرکے

صحبت کرے یا اس سے زنا کرے اور پھر طلاق دے دے اور وہ بڑی ہو کر کسی اور سے نکاح کرے اور اس سے لڑکی پیدا ہو جاوے تو وہ پہلے خاوند پر حرام نہیں ۔ ویسے ہی مدخولہ کی ماں سے نکاح جائز ہے۔

زوجہ کی ہمشیرہ والدہ اور پھوپھی خالہ بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے مطلقہ کی عدت میں بھی نکاح حرام ہے اگر مدت گذر گئی ہو تو جائز ہے۔

اگر کسی عورت کے ساتھ نکاح کر کے قبل از دخول طلاق دی جاوے تو اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست ہے مگر ماں کے ساتھ درست نہیں ۔

جس شخص کی چار عورتیں ہوں اس کو پانچواں نکاح کرنا حرام ہے ۔ اگر ایک کو طلاق دے دے اور ابھی اس کی عدت نہ گذری ہو تو بھی پانچویں سے نکاح کرنا حرام ہے ۔

الغرض جن دو عورتوں کو ایک مرد کے نکاح میں جامع کرنا حرام ہے ان میں اگر ایک کی ہو تو بھی دوسری سے نکاح حرام ہے ۔

طلاق کنائی

طلاق کنایہ تب پڑتی ہے جب جو خاوند کی نیت طلاق دینے کی ہو یا خفگی وغیرہ کی حالت میں دی ہو جس سے معلوم ہو کہ اس کنایہ سے مراد طلاق ہے ۔

اگر خاوند نے اپنی جورو سے کہا کہ تو عدت میں بیٹھ یا اپنا رحم پاک کر یا کہا کہ تو الگ ہے تو اس پر ایک رجعی طلاق پڑے گی ، اگر اس طرح کہا کہ تو علیحدہ ہے، حرام ہے، خالی کی ہوئی ہے، بری کی ہوئی ہے، تیری رسی تیری گردن پر ہے، تو تنہا ہے، تجھ کو اپنا اختیار ہے، اوڑھنی اوڑھ، اوڑھنی سر پر ڈال، پردہ کر، دور ہو، نکل جا، کھڑی ہو جا، میں تم سے جدا ہوں، تو خاوند تلاش کر، یہ جتنے الفاظ ہیں طلاق کنائی کے ہیں انہی سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک لفظ کے عدت میں یا بعد عدت کے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے ۔ ان میں رجوع نہیں کر

سکتا، عدت میں بیٹھ کر اپنا رحم پاک کر، تو تنہا ہے، ان تین لفظوں میں طلاق رجعی ہوتی ہے ان کی عدت میں رجوع کر سکتا ہے، دوسرے سب الفاظ طلاق بائن کے ہیں اور اگر ان کنائی الفاظ میں سے ایک لفظ میں تین طلاقوں کی نیت کرے تو تین دفعہ طلاق واقع ہوگی مگر لفظ اختیار میں ایک ہی دفعہ واقع ہوگی.

بیان لحوق طلاق با طلاق

صریح طلاق ایک دفعہ بول کر پھر بولے تو دوسری پہلی سے مل جائے گی اور تیسری بھی مل جائے گی، اگر پہلی طلاق بائن ہو اور دوسری تیسری صریح تو یہ بھی مل جائے گی، اگر دوسری تیسری کنائی ہو تو یہ نہ ملے گی ۔

خلاصہ یہ کہ بائن طلاق دوسری یا تیسری پہلی طلاق میں نہیں ملتی اور صریح ملتی ہے . مشکل اس مسئلہ میں یہ بات ہے کہ جب بائن بطور اخبار کے ہو جیسا کہو کہ تو بائن ہے ۔ بائن ہے میں تجھ کو بائن کر چکا ۔ اگر اس کا منشا اس لفظ کا ہو تو مشکل طور پر واقع ہو کر لاحق ہو جائے گی، جیسا کہ الفاظ مذکورہ بالا بار کہے

مسئلہ : جو تفریق[1] اور فسخ نکاح قطعاً ہو جاوے جیسا کہ اسلام لانا اور عورت کا اسلام سے انکار کرنا یا کافر عورت کا اسلام لانا اور ہجرت کر کے اسلام میں آنا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا جانا یا اختیار بالغ کا جس سے حاکم نکاح فسخ کر دیوے ۔ اس تفریق کی عدت میں طلاق دلیوے تو وہ طلاق لاحق نہیں ہوتی ۔

تفویض[1] طلاق

جب مرد نے اپنی عورت کو نیت کر کے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے یا تیرا کام تیرے ہاتھ

---

[1] طلاق کو کسی فعل پر معلق کرنا

ہے یا کہے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے تو عورت کو اختیار ہے کہ جس مجلس میں یہ لفظ کہا گیا ہے یا جس مجلس میں یہ لفظ سُنا ہے۔ اگر غائبانہ کہلا بھیجا ہو تو اسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دی، پس اگر اسی مجلس میں کھڑی ہو جاوے اور طلاق دیوے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر یہ کہے کہ جب تو چاہے اپنے آپ کو طلاق دے تو جب وہ طلاق دیوے گی تب طلاق واقع ہو جاوئے گی۔

مرد کو اختیار نہیں کہ اس کلام میں رجوع کرے۔ اگر کسی مرد اجنبی کو کہے کہ میری عورت کو طلاق دے دے تو اس کہنے سے رجوع کر سکتا ہے اور اس بات میں قید مجلس کی ہے کیونکہ یہ وکیل ہے۔ ہاں اگر کہے کہ جب میں چاہوں تب تو طلاق دے اس میں بھی رجوع ہو سکتا ہے اور اگر یہ کہے کہ تجھ کو اختیار ہے اپنے نفس کا، اور جب اس نے اختیار کیا نفس کو تو ایک طلاق بائن ہو گئی۔ اگر بار بار کہے کہ اختیار کر اپنے نفس کو اور عورت کہے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کے کہنے سے ایک طلاق بائن ہو گئی اور تین دفعہ کہے تو تین طلاقیں ہوں گی۔ اگر کہے تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے، اس کے جواب میں اگر وہ اپنے نفس کو اختیار کرے تو طلاق واقع ہو گئی، اگر کہے تو اپنے نفس کو طلاق دے تو عورت نے کہا میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو طلاق رجعی پڑے گی۔ اگر تین طلاق کی نیّت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

تعلیق الطّلاق

اگر تو فلاں حویلی میں داخل ہو تو تجھ پر طلاق ہے اگر یہ کہا کہ کھانا کھائے یا پانی پیئے تو تجھے طلاق ہے اگر تو ایسا کام کرے تو تجھ پر طلاق ہے۔ جب فعل پایا جاوے گا تو طلاق ہو جاوے گی اگر ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کہہ دے تو طلاق واقع نہ ہو گی۔

طلاق المریض

اگر کوئی مریض مرض الموت میں (جس حالت میں اپنے امورِ خانگی سے عاجز ہے) اپنی عورت کو طلاق دے دے اور ہنوز عدّت نہیں گذری اور اس بیماری میں مر گیا اور طلاق رجعی دی تھی نہ طلاق بائن نہ تین طلاقیں تو وارث نہ ہو گی۔

طلاق کا سوال عورت نہ کرے۔ اگر وہ طلاق ہنگ کر لے تو پھر وارث نہ ہو گی۔

رجعت کا بیان

جب مرد عورت کو ایک یا دو طلاق صریح دے دے تو عدّت میں رجوع کرنا جائز ہے، نکاح کی حاجت نہیں، رجوع یہ ہے کہ میں اپنی طلاق دینے سے باز آ گیا، اگر صحبت یا مساس کرے تو جائز ہے نکاح کی حاجت نہیں، اگر عدت گذر جائے تو سوائے نکاح کے ناجائز ہے۔ اگر تین طلاق دے تو حلالہ ضرور ہے، سوائے حلالہ کے ہرگز درست نہیں مگر اپنی رجوع قولی و فعلی پر دو گواہ رکھنے مستحب ہیں اور گواہ نہ بھی ہوں تو بھی درست ہے۔ اگر بعد عدت کے رجوع کا دعویٰ کرے اور عورت تصدیق کرے تو رجعت صحیح ہے، اگر انکار کرے تو عورت کا قول معتبر ہے مگر مرد گواہ گذارے۔

ایلا کا بیان

اگر مرد عورت کو کہے کہ خدا کی قسم ہے کہ تیرے پاس چار مہینے نہیں آؤں گا، اگر چار مہینے

---

[1] ایسی بوڑھی عورت جس کا حیض بند ہو گیا ہو

نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی یہ طلاق بائن ہے اس میں دوبارہ نکاح کرنا ہوگا اگر چار مہینے کے اندر صحبت کرلے تو کفارہ قسم کا دے یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے دے۔ اگر ان کی طاقت نہ رکھتا ہو تو متواتر تین روزے رکھے۔ اگر اس طرح کہا کہ قسم ہے خدا کی میں تم سے ایک برس صحبت نہ کروں گا، سوائے ایک دن کے۔ یہ ایلا نہیں ہے۔

خلع کا بیان

اگر عورت کچھ روپیہ دے کر یا اپنا مہر کا معاوضہ کر کے طلاق لیوے تو یہ خلع ہے۔ مرد اگر اس کے عوض طلاق دیوے تو یہ طلاق بائن ہو گی۔ اگر مرد کی طرف سے مخالفت کا باعث ہو تو اس حالت میں مال لینا مکروہ ہے۔ بلا معاوضہ طلاق دیوے۔ اگر عورت خاوند کے کہنے میں نہ ہو تو طلاق کے بدلے اس سے کچھ لینا مکروہ نہیں، مناسب ہے کہ مال مہر سے زیادہ نہ ہو۔ اگر خلع ایسی چیز (شراب، مردار وغیرہ) پر کرے جو مہر کی جنس نہیں تو جب اس نے طلاق دے دی تو وہ مال دینا عورت کے ذمے نہیں جو مہر نکاح میں نہیں ہو سکتا ہے۔

ظہار کا بیان

جن عورتوں سے کبھی نکاح کرنا درست نہیں منجملہ ان کے کسی عورت سے اپنی منکوحہ کو مشابہ بتلانا ظہار ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی عورت سے یہ کہہ دے کہ تو مثل میری ماں یا بہن یا بھانجی یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ کے ہے یا اس کے کسی اعضاء کو اس کے اعضاء سے تشبیہ دے مثلاً کہے کہ تیرا چہرہ مثل میری ماں کے ہے تو ایسا کہنے سے عورت سے صحبت کرنی حرام ہو جائے گی۔ اگر صحبت کرے گا تو گنہگار ہوگا اور کفارہ اس کا ساٹھ آدمیوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا ساٹھ کو دو دو سیر دانے دینا واجب ہے۔ اگر کفارہ دینے کی توفیق نہ ہو تو ساٹھ

روزے پے در پے رکھے اور جہاں کوئی ناغہ ہوگا تو از سر نو پھر ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے اور جب کفارہ ادا کر چکے تو اس وقت صحبت کرنی حلال ہو گی۔ اگر قبل از کفارہ صحبت کرے تو استغفار کرے اور کفارہ بھی دے۔

عِدّت کا بیان

عورت مطلقہ (جس کو طلاق ملی ہو) یا بیوہ جس کا نکاح فاسد ہوا ہو یا موطوءہ بالشبہ (یعنی شُبہ سے صحبت کرنا) کے انتظار کرنے کا نام عِدّت ہے۔ سبب عدت کا وہ نکاح ہے جس میں خلوت صحیحہ یا صحبت ہو چکی ہو۔ اس پر عِدّت نہیں اگر خلوت یا صحبت نہ کی ہو۔ یعنی غیر مدخولہ اور غیر مخلات پر طلاق کی عدّت نہیں ہے۔ عدّت میں عورت کا نکاح کرنا اور گھر سے باہر نکلنا حرام ہے مرد کو عورت کی ہمشیرہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ عدت تین قسم کی ہے ا۔ ایک حیض کے ساتھ یعنی حائضہ تین حیض بیٹھے اور جس عورت کو بسبب کم سنی یا بڑھاپے کے حیض نہ ہو تو تین مہینے بیٹھے۔ ۲۔ حاملہ وضع حمل تک بیٹھے۔ ۳۔ جس کا خاوند مر جاوے، وہ چار مہینے دس دن بیٹھے۔ اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک کی ایک عِدت تین حیض کی اس واسطے مقرر کی گئی ہے کہ ایک حیض میں تو صفائی رحم کی معلوم ہو کہ خالی از حمل ہے۔ دوسرا حیض واسطے حرمت نکاح کے، تیسرا واسطے اظہار فضیلت اصالت عورت کے ہے کیونکہ لونڈی کی عِدت دو حیض کی ہوتی ہے۔ اگر طلاق حیض میں دی ہو تو وہ حیض شمار نہ ہوگا۔ علاوہ اس کے تین حیض کی کامل عِدّت ہونی چاہیئے۔

اگر کسی بیمار نے عورت کو بائن طلاق دے دی اور اس مرض میں مر گیا اور اس عورت کو حیض دیر سے آتا ہے تو وہ وفات اور طلاق کی عِدّت دریافت کی جاوے۔ دونوں میں سے جو طویل ہو اس پر عِدّت ختم ہو گی۔ اگر چار مہینے دس دن کے اندر حیض ختم ہو

جاویں تو عِدّت وفات کی پوری کرے یعنی چار مہینے دس دن عِدّت میں بیٹھے اور اگر اس مدّت میں حیض تمام نہ ہوں اور کوئی حیض باقی رہے تو حیض کو پورا ختم کرے اگر طلاق رجعی ہو تو عِدّت وفات کی ختم کرے۔

بڑھیا عورت جس کو حیض نہیں آتا وہ تین مہینے بیٹھے اگر تین مہینے کے اندر اس کو خون دکھائی دیا تو عِدت حیض سے شروع کرے اور جب تک عِدّت تین حیض کی ختم نہ ہو عِدّت ختم نہ ہوگی اگر مابعد تین مہینے کے خون نظر آوے اس پر کچھ اعتبار نہیں۔ اس کی عِدّت تین مہینے پر ختم ہوگی۔ اگر اس کو بعد طلاق کے ایک حیض یا دو حیض آئے اور پھر بند ہو گئے اور عمر اس کی بڑھاپے کی تھی تو وہ عِدّت تین ماہ کے ساتھ ختم کرے اور سنِ ایاس[1] (جس میں خون حیض بند ہو جاتا ہے) پچپن سال کی عمر کو کہتے ہیں، بعضوں نے ساٹھ سال، بعضوں نے ستر سال مقرر کئے ہیں، تحقیق یہ ہے کہ یہ اندازہ غیر معتبر ہے، سِن معتبر وہ ہے کہ اس کی شکل اور وضع کی عورتیں یعنی اس کی فربہی اور لاغری کے مشابہ جس سن میں حیض سے مایوس ہو جاتی ہیں۔ اس میں پہنچے تو آئسہ[2] ہے

جب عورت عِدّت میں ہو اور اس کا خاوند کبھی شبہ سے صحبت کرلے تو بعد صحبت کے نئی عِدّت شمار کرے اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر انکار کرے اور اس کی شہادت طلاق پر گذر جائے اور قاضی تفریق کا حکم دے تو عِدّت اس کی وقت طلاق سے شمار ہوگی۔ اگر مرد نے کسی وقت گذشتہ سے اقرار طلاق کا کیا اور عورت خاموش رہی یا انکار کیا تو اس وقت اقرار سے عِدّت محسوب کی جاوے گی۔ عِدت میں نفقہ اور مکان دینا مرد کے ذمہ ہوگا۔

اگر نکاح فاسد ہو تو عِدّت وقت تفریق زوجین سے شروع ہوگی یا اس وقت سے جب خاوند ترک صحبت کا اظہار کرے۔

---

[1] ناامیدی کی عمر [2] بڑھیا جس کا حیض بند ہو گیا ہو۔ ناامید ہونے والی۔

حداد

یعنی سوگ کرنا عورت کا خاوند کی وفات پر

عورت عاقلہ بالغہ مسلمان منکوحہ بنکاح صحیح اور مدخولہ کو اپنے خاوند کی وفات پر اظہار تاسف[1] کرنا واجب ہے، یعنی زینت نہ کرے، ریشمی کپڑا نہ پہنے، شانہ تنگ دندان نہ کرے اور خوشبو نہ لگاوے۔ تیل، سرمہ اور مہندی اور کسنبے کا رنگ اور کیسری رنگ وغیرہ کا کپڑا پہننا سب ترک کردے مگر بیماری کی وجہ سے جائز ہے۔ فاسد نکاح والی عورت پر حداد نہیں اور اس حالت میں اس کے ساتھ نکاح کا ذکر کرنا حرام ہے۔

جو عورت شوہر متوفی کی عِدّت میں ہو اس کو بھی گھر سے نکلنا منع ہے مگر جو رات کے وقت گھر واپس آجاوے وہ کہیں جا سکتی ہے مگر مکان گرنے کا خوف ہو یا مال تلف ہو جانے کا ڈر ہو یا کرایہ کی طاقت نہ ہو تو دوسرے مکان میں چلی جاوے۔

جس عورت کا خاوند فاسق ہو وہ گھر میں رہے اور خاوند اس کا نکل جاوے۔

اگر مرد نے عورت کو سفر میں طلاق دی تو عِدّت اپنے گھر میں آکر گذارے۔

عورت کو نان ونفقہ[2] دینے کا بیان

عورت کو کھانا اور کپڑا دینا مرد پر واجب ہے اگر مرد تونگر ہے یا عورت خود تونگر[3] یا تونگر کی بیٹی ہے تو کھانا کپڑا تونگروں کا سا دینا چاہیئے۔ اگر دونوں محتاج ہیں تو محتاجوں کا سا دیوے۔ اگر تونگر نہیں تو درمیانی طرح کا روٹی کپڑا دیوے۔

اگر عورت خاوند کی اجازت کے بغیر کہیں چلی جائے یا بلا سبب صحبت نہ کرنے دے یا ایسی کم عمر ہو کہ خاوند اس سے صحبت نہ کر سکے یا وہ عورت قرض کی وجہ سے قید ہو یا خاوند

---

[1] تاسف، افسوس کرنا۔ [2] نان ونفقہ یعنی روٹی کپڑا [3] تونگر، دولت مند۔

کے ہو اور کسی کے ساتھ حج کرنے کو گئی یا بیمار ہو یا کبھی خاوند کے گھر نہ رہی ہو تو اس کو کھانا اور کپڑا دینا مرد پر واجب نہیں۔

اگر خاوند تونگر ہو تو عورت کی خدمت گار کا بھی کھانا کپڑا دیوے۔ اگر خاوند عورت کو روٹی کپڑا نہیں دے سکتا تو اس کو نکاح سے علیحدہ نہ کرے بلکہ عورت کو حکم کرے کہ مرد کے اوپر قرض لے کر کھاوے پہنے۔ اگر عورت مر گئی یا خاوند مر گیا تو کھانا کپڑا جاتا رہا۔ اگر عورت نے کچھ مدت کے واسطے مرد سے پیشگی کھانا کپڑا لے لیا اور خاوند مر گیا تو مرد کے والی اس سے واپس نہیں لے سکتے۔

طلاق کی عدت والی عورت کو کھانا کپڑا اور مکان دینا عدت کے دنوں تک خاوند کے ذمہ ہے۔ خاوند متوفی کی عدت والی عورت کو کھانا کپڑا خاوند کے گھر سے دینا واجب نہیں۔ اگر بائنہ طلاق کی عدت میں عورت مرتد ہو گئی تو عدت کے دنوں کا کھانا اور کپڑا خاوند کے ذمہ سے جاتا رہے گا۔ اور اگر ایسی عدت میں خاوند کے بیٹے کو اپنے ساتھ زنا کا اختیار دیا تو کھانا اور کپڑا عدت کے ایام کا جاتا نہیں رہتا۔ محتاج اولاد کو کھانا کپڑا دینا باپ پر واجب ہے۔

مناقب خلیفۂ اوّل ابوبکر رضی اللہ عنہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود حق سبحانہٗ سب پر عیاں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر بڑا عطا فرمایا[1] ہے سو یہ بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بوجہ اکمل موجود ہے۔ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جہاد سب سے افضل تھا کیونکہ وہ جہاد ابتدائے اسلام میں تھا۔ جب کہ اسلام ضعیف تھا۔ اور دوسروں کا جہاد مدینہ منورہ و باقی غزوات میں ہوا، جب اسلام قوی[2] تھا۔ دوم جہاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بدعوت الخلق الی الحق تھا کہ اکثر افاضل[3] عشرہ[4]

[1] وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا [2] قوی، زور آور [3] افاضل جمع افضل یعنی بزرگ [4] عشرہ مبشرہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ دس اصحاب جن کو ایک ہی وقت میں جنت کی خوش خبری دی گئی۔

مبشرہ ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ اس قسم کا جہاد انبیاء علیہم السلام کا کام ہے اور جہاد باقی صحابہ کرام کا بالسیف والقتال تھا اور ظاہر ہے کہ جہاد بالسیف سے جہاد بالدعوت افضل ہے کہ اوّل مظہر رحمت کا ہے اور ثانی مظہر قہر و غضب کا اور بموجب اس کے کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ (الحدیث) رحمت غضب پر سبقت رکھتی ہے اور پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب پر سبقت ہے نیز وہ صاحب افضل ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے بزرگی والے تم میں سے اور مال والے اس بات پر قسم نہ کھاویں کہ قرابت والوں و مساکین و مہاجرین فی سبیل اللہ کو نہ دیویں۔ چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔ بھلا تم نہیں چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ مقام مدح کا ہے اور مدح بالفضل بجز دینی فضیلت کے ناجائز ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا مساوی[2] صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہوتا تو یہ صاحب فضل مطلق کے نہ ہوتے اور یہ افضلیت باستثناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہے اور سب اہل علم کتب سیر و تواریخ و احادیث کے دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ خاص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کا انکار کرنا انکار متواترات کا ہے اور سب امت نے اجماع کیا ہے کہ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ؟

جب بیان ہو چکا کہ اس آیت کریمہ[3] سے حضرت امیر رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہیں تو بالیقین ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ

[1] وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [2] مساوی، برابر

[3] وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى پ ۳۰

تعالیٰ عنہ کو بجز خواہش ذات پاک رب العلےٰ کے کچھ رغبت نہیں۔ ایسی نیت خالص لوجہ اللہ خاصہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ چہارم اولوا الفضل منکم فرمایا۔ کلمہ مِنْ کا تمیز کے واسطے آتا ہے۔ پس حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو سب مسلمانوں سے ممتاز فرمایا اور کوئی شخص ان منصب میں شریک ان کا نہیں۔ ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم سرائے سے مسجد مقدس کو تشریف لا رہے تھے اور صدیق اکبر اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے یمینؔ و یسار میں تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور فرماتے تھے ہم روز قیامت ایسے ہی اٹھائے جائیں گے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مردے کو زمین پر چلتا دیکھنا چاہے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے اور نیز ترمذی میں ان سے مروی ہے۔

اول من تنشق عنہ الارض انا ثم ابوبکر ثم عمر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہما)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وفدؔ عبد القیس حضور میں آکر فخریہ کلام کرنے لگے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو فصیح جواب دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر خدا تعالیٰ تم کو رضوانِ اکبر دیوے۔ کسی نے عرض کیا کہ رضوانِ اکبر کیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت میں اپنے بندوں پر تجلی عام طور پر فرمائے گا۔ اور ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تجلی خاص طور پر ہو گی۔ اور یہ آیہ کریمہ **وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ** میں بروایت حضرت علی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہیں پس اختیارِ کلی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ

ؔ یمین و یسار - دائیں بائیں

ؔ وفد، جماعت ایلچی کے طور پر کسی کے پاس جانا عہ پ ۲۴ آیت ۳۳

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا **ثَانِیَ اثْنَیْنِ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ**۔ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔

عہ (فروشندہ روغن کتان ۱۲ منتہی الارب)

اور مسند بزاز میں ایک قصہ طویل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ **اشجع الناس ابوبکر رضی اللہ عنہ** اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر ایمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کل اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھاری ہو گا صاحبؔ کشف المحجوب اپنی کتاب میں خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ممبر پر فرمایا تھا۔ بخدا میں کبھی امارت پر حریص و راغب نہیں ہوا اور نہ پنہاں و آشکارا میں نے اس کو طلب کیا ہے اور نہ مجھے اس میں آرام ہے۔ پس وہ مقام صدق سے مرتبہ تمکین میں فائزؔ ہو کر تابع ارادت ایزدی کے تھے۔ اگر فقر دیویں تو فقر میں راضی اور اگر امیری دیویں تو اس میں حاضر اپنا اختیار سلب کر کے تسلیم میں خوش۔ سو کل اولیاء اللہ تجریدؔ و تمکینؔ اور تفریدؔ وغیرہ میں ان کے مقتدی ہیں اور وہ امام شریعت و طریقت کے ہیں اور طبرانی وغیرہ جابر و ابی درداء سے لائے ہیں اور روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ (سورج) نے کسی پر طلوع و غروب نہیں کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اچھا ہو مگر پیغمبر اچھے ہیں یعنی دنیا میں سوائے پیغمبروں کے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں۔ اس حدیث میں پہلے سے ترقی ہے اور بخاری و مسلم میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون آدمی آپ کو پیارا ہے؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے عرض کیا مردوں میں کون پیارا ہے فرمایا اس کا باپ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ترمذی وغیرہ میں حضرت علی و انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

ؔ اس سے مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں ؔ فائز پہنچنے والا مراد حاصل کرنیوالا ؔ تجرید ننگا کرنا ؔ تمکین جگہ دینا ؔ تفرید، اکیلا ہو جانا۔

بہشت کے سب مردوں کے سردار ہیں۔ سوائے پیغمبروں کے اور طبرانی عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ جو شخص کسی کو ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیوے اس نے جملہ صحابہ مہاجرین و انصار کو خاطی[1] جانا اور صاحبِ سکینہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہے کہ آیت فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ میں اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ صاحبِ سکینہ[2] صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور عبد اللہ بن حمید اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لایا ہے کہ جب آیتِ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ ہم کو ہر خیر میں آپ کے ساتھ شامل کرتا ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر مہربانی کرتے ہیں اور شیخین بخاری و مسلم ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا احسان کرنے والا مجھ پر مصاحبت و انفاق[3] مال میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے اگر میں بجز اپنے رب کے دوسرے کو خلیل[4] بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اخوّت اسلام کی باقی ہے اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو متواترات میں محسوب کرتے ہیں اور ابو یعلی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج میں جس آسمان پر میرا عبور ہوا۔ وہاں یہی لکھا دیکھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَبُوْبَكْرٍ خَلِيْفَةٌ ہرچند اس حدیث کے اسناد ضعیف ہیں لیکن باہم مل کر بدرجہ صحت پہنچی ہے۔ دار قطنی و خطیب و ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی[5] ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اے علی رضی اللہ عنہ میں نے تین بار خدا تعالیٰ سے تیری امامت کا سوال کیا سو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دوسرا حکم نہیں ہوا۔ اور حضرت سلطان المشائخ مخدوم جہانیاں شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ[6]

[1] خاطی: جان بوجھ کر خطا کر نیوالا (فیروزی) الرشید [2] سکینہ۔ آرام، تسلی، دعا۔ [3] انفاق مال۔ مال خرچ کرتے ہیں [4] خلیل جانی دوست۔ [5] راوی۔ روایت کرتے ہیں [6] ان کا بھید پاک ہو۔

سے راوی ہیں کہ حق تعالیٰ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو چند انبیاء کرام کے وصف سے یاد کیا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔

یعنی میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بصیغہ جمع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے جنہوں نے ایمان لا کر نیک کام کئے ہیں ان سے وعدہ کرتا ہے کہ ضرور زمین میں ان کو خلیفہ بناؤں گا اور حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ ہم[1] نے اس کو بلند مکان میں چڑھالیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ تم میں سے[2] نیک ایمانداروں کو اونچا چڑھاتا ہے اور حضرت ابراہیم[3] علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ ابراہیم ہے زاری کرنے والا، خدا کی طرف جھکنے والا اور پھر فرمایا تابعداری اس شخص کی جو میری طرف جھکا ہوا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ ہم نے اس کو قریب کر دیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ جب بندے تجھ سے میرا حال پوچھیں تو میں پاس ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فرمایا کہ ضروری جلدی[4] تجھ کو تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جاوے گا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ ضروری جلدی[5] راضی ہو جاوے گا اور جناب باری تعالیٰ نے جیسا کہ اپنی ذات کو ذو فضل فرمایا ویسا ہی صدیق اکبر کو ذُو الْفَضْلِ[6] فرمایا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے (اللہ فضل کرنے والا ہے بندوں پر) نہ قسم کھاویں تم میں سے بزرگی والے۔ اور حضرت محی الدین متوفی سنہ ۶۳۸ھ ابن عربی فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں کہ تین سو خصلت ہے۔ جس میں ایک ہو وہ بہشت میں لے جاتی ہے چنانچہ یہی امر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو

[1] وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ پ۱۸ ع۱۳ [2] وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [3] وَيَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ [4] وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا [5] وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ [6] لَيُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ [7] وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ [8]

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ میں کوئی وصف ان میں کونسا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھ میں برابر تین سو ہیں۔

اور صدیق اکبر کی وفات کا قصہ اور روضۂ مبارک کے دروازہ پر لے جانا اور دروازہ کھل جانا اور آواز آئی کہ (خوش آیا پیارا دوست۔ رفیق صدیق مشہور و معروف ہے)

اور روایت ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ مرقد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دفن کر کے باہر آئے تو چہرہ آپ کا متغیر[1] برنگِ زعفران تھا۔ باعث تغیر کا دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے صدیق تم میرے واسطے کیا لائے، عرض کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و احمد احمد۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اندرون قبر سے دونوں ہاتھ دراز فرما کر صدیق اکبر کو لے لیا اور فرمایا کہ دوست[2] دوست کے پاس پہنچ گیا۔ خوش آیا۔ خوش آیا دوست۔

مناقب حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ

خلافت آپ رضی اللہ عنہ کی داخل ایمان ہے۔ اس کا بیان عیاں ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قیامت میں جس سے اول مصافحہ[4] و معانقہ[5] کریں گے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے اور جنت میں روشنی ان کی ایسی ہو گی جیسا کہ چراغ مجلس میں۔ عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضائل عمر رضی اللہ عنہ کے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھے۔ وہ بولے کہ اگر میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک کے عرصہ میں ان کے فضائل بیان کروں تو پورے نہ ہوں گے اور عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسنات میں ایک حسنہ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین[6] کو دو فرشتوں اور دو نبیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے

[1] متغیر، بدلا ہوا [2] وصل الحبیب مرحبا مرحبا بالحبیب [3] مناقب منقبت اچھی صفتیں [4] ملاقات کے وقت ہاتھ سے ہاتھ ملانا [5] گلے ملنا۔

طبرانی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آسمان پر دو فرشتے ہیں ایک شدت کے ساتھ امر کرتا ہے، دوسرا نرمی کے ساتھ اور دونوں مصیب ہیں ایک جبریل دوسرا میکائیل اور دو نبی ہیں ایک نرمی کے ساتھ امر کرتا ہے اور دوسرا سختی کے ساتھ اور دونوں مصیب[1] ہیں ایک ابراہیم خلیل اللہ اور دوسرے نوح علیہ السلام اور میرے دو صاحب ہیں ایک نرمی کے ساتھ امر کرتا ہے اور دوسرا سختی کے ساتھ اور دونوں مصیب ہیں ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا عمر رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین[2] کی فضیلت بکتاب اللہ و سنت سنیہ و اجماع امت مرحومہ ثابت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس کے دل میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے غیض و غضب ہو اس پر یہ آیت پہنچی ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ صحابہ کرام پر غیظ کرنا علامت کفر ہے۔

اور قصہ کسوف[3] آفتاب کا بہ تیزی نگاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشہور ہے۔ اگر خوشی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نہ ہوتی۔ تو آفتاب سیاہ رہتا۔ اور قصہ جاری ہونا رودِ نیل کا بہ پروانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہرہ[4] آفاق ہے۔

روایت ہے کہ ایک قطعہ زمین میں کچھ گھاس وغیرہ پیدا نہ ہوتا تھا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی آپ نے اپنا درہ لے کر وہاں جا کر زمین کو فرمایا کہ اگر تو گھاس نہ دے گی درہ سے تیری تادیب کروں گا۔ زاں بعد وہ زمین سرسبز رہنے لگی۔

اور موافقات آرائے عمر رضی اللہ عنہ قرآن شریف کے ساتھ بہت مشہور ہیں۔

[1] پہنچنے والا [2] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار جانشینوں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کہتے ہیں۔ [3] سورج گرہن [4] مشہور

مناقب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ان کی شان میں آیہ کریمہ[1] جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آیا وہ شخص کہ عبادت کرتا ہے۔ ساری رات سجدہ کرتے ہوئے یا کھڑے ہو کر آخرت سے ڈرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہے، وارد ہے۔ قیامت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حساب نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ عید کے روز ازواج مطہرات[2] امہات المومنین کے یہاں اسباب دنیوی سے کچھ نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر مصلے[3] کی طرف تشریف فرما ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب حال معلوم کیا تو دس دس بار شتر[4] آٹا اور چاول اور روغن اور قند کے ہر ایک دولت خانہ میں بھجوا دیئے۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا یہ اجناس[5] کہاں سے آئے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجے ہیں، تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے حساب نہ ہوگا اور ایک قبہ[6] نور کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر آوے گا اور اللہ تعالیٰ فرما دیں گے مجھ کو تجھ سے کچھ حساب نہیں اگر چاہو تو تنہا بہشت میں جاؤ اور چاہو تو ہمراہ یاروں کے۔ اور روشنی پل صراط پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہوگی۔ سب امت اسی روشنی میں عبور[7] کرے گی۔ صدیق اکبر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں اپنے آپ پر خمر[8] حرام کیا تھا اور زنا و سرقہ[9] سے مبرا[10] تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صاحب ہجرتین ہیں، ایک ہجرت حبشہ کی، دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی اور صاحب سخاوتین ہیں۔ سخاوت فی الجاہلیت اور سخاوت فی الاسلام اور حافظ قرآن ذی النورین، صائم الدھر[11]، قائم اللیل[12] ہیں۔ ہر جمعہ میں ایک غلام آزاد کرتے اور

---

[1] اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ [2] ازواج مطہرات امہات المومنین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویاں، مومنوں کی مائیں [3] عیدگاہ [4] شتر، اونٹ [5] اجناس، جنسیں [6] قبہ، گنبد [7] عبور، گزرنا [8] خمر، شراب [9] سرقہ، چوری [10] مبرا، پاک [11] صائم الدھر، ہمیشہ روزہ رکھنے والا۔ [12] قائم اللیل، رات کو قیام کرنے والے۔

اَصْدَقُ لِی الْحَیَاءُ[1] ہیں مراد از حیا یہ ہے کہ دل و طبع تابع نور ایمان کے ہووے جب ان سے تجہیز عسرت کی بخوبی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان سب اصحاب سے میرے ساتھ اخلاق میں زیادہ مشابہ ہے اور ملائکہ[2] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ویسا حیا کرتے تھے جیسا کہ خدائے تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا کرتے تھے۔

اور ترمذی و حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قمیص خلافت کا تھا۔ ہر چند خوارج[3] نے چاہا کہ وہ خلافت کو خلع کریں مگر بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلع[4] نہ کیا۔ اور اس میں شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تحقیق اس کو مار ڈالا اور حالانکہ وہ سب سے میل جول والا تھا۔ بڑا ملنے جلنے والا رشتہ داروں سے اور بڑا پرہیزگار۔ (رب کا) چالیس روز سے زیادہ محصور[5] رہے ایسا کلمہ کوئی نہ فرمایا کہ جس سے مخالفت کی حجت[6] ہو۔

مناقب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو فضائل ان کی شان میں وارد ہوئے ہیں دوسرے کی شان میں وارد نہیں ہوئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نہیں راضی کہ تو مجھ سے ایسا ہو جیسا ہارون موسیٰ علیہ السلام سے مگر اتنی بات ہے کہ ہارون نبی تھا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث میں وہ نسبت فرمائی ہے جو باہم حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کی تھی۔ بے شک قرابت حضرت امیر کی قرابت اخوت کی ہے مگر اس حدیث میں ایک باریک خیال ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت[7] میں بنی اسرائیل میں

---

[1] راست رو حیادار [2] ملائکہ، فرشتے [3] ایک گمراہ فرقے کا نام خوارج ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دشمن ہے [4] خلع اتارنا چھوڑ دینا، برخاست کرنا [5] محصور، گھیرا گیا، قلعہ بند [6] حجت، دلیل، غلبہ۔ [7] غائب ہونا

تفرقہ[1] بُت پرستی کا پڑ گیا تھا تو ستر ہزار آدمی توبہ میں مقتول ہوئے تھے۔ ویسا ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قتال[2] و جدال صفین و نہروان[3] میں واقع ہوا۔ یعنی ستر ہزار آدمی مقتول ہوئے اور بہت محدثوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس کا میں مددگار اس کا علی مددگار اور اکثر روایتوں میں یہ وارد ہے کہ خداوند دوستی رکھ اس کے ساتھ جو ساتھ علی کے دوستی رکھے اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔

اور ترمذی نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ دشمنی رکھ اس کے ساتھ جس کے ساتھ وہ دشمنی رکھے ہم منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچانتے تھے۔

اور ترمذی و حاکم لائے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا الحدیث یہ حدیث حسن ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن جوزی نے خیال کیا ہے کہ حاکم[4] اس کو صحیح کہتا ہے

اور طبرانی و ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ کی نازل ہوئی ہے تو علی رضی اللہ عنہ اس آیت میں امیر و شریف ہی رہے ہیں اور حق تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ خیر کے ساتھ یاد فرمایا ہے اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لایا ہے کہ جس قدر آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اتنی کسی دوسرے کے حق میں نازل نہیں ہوئی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب

---

[1] جدائی [2] لڑائی جھگڑائی [3] نہروان و صفین دو جگہیں ہیں، شہروں کے نام ہیں جہاں مابین علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما جدال واقع ہوا۔ [4] میں علم کا شہر ہوں اور علی دروازہ اس کا۔ پوری حدیث شریف اس طرح ہے کہ انا مدینۃ العلم و ابوبکر اساسہا و عمر حیطانہا و عثمان سقفہا و علی ابوابہا میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہیں اور عمر اس کی دیواریں اور عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں رضی اللہ عنہم۔ روافض کو اس حدیث کے آخری جملہ پر بڑا ناز ہے مگر افسوس کہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں امام نووی اور ابن جوزی سے ناقل ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے دیکھو ص۲۰۔ ہاں بعض نے اس کو حسن بھی کہا ہے جیسا کہ متن کتاب میں ہے مگر پوری حدیث پڑھنا اہل سنت کے لیے لازم ہے تاکہ روافض کے دھوکہ سے بچیں۔ یا صدیق یا عمر یا عثمان یا حیدر شرک دفع خبر آرد یا حضرت آنحضور شہ دو مہ ثوں کے نام ہیں (ابو رشید محمد عبدالعزیز عفی عنہ)

ذوالقرنین[1] اس واسطے ہے کہ بہشت کی طرفین میں تصرف شاہانہ کریں گے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب میں آتے تو بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے کسی کو جرات[2] کلام کی نہ ہوتی تھی۔

مناقب جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اپنے صحابہ کے حق میں خدا تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں۔ تم ڈرو خدا سے ان کو میرے بعد نشانہ سہام طعن (طعنوں کے تیر) مت بنانا، پس جو کوئی ان کو دوست رکھے گا سو میری دوستی کا سبب ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا، مجھ سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذا دے گا، اس نے مجھے ایذا دی تو وہ اس کو جھٹ پکڑے گا۔ جملہ اصحاب بہ برکت صحبت و نظر مبارک نبوی کے اس درجہ کو فائز ہوئے ہیں کہ بعد ان کے کوئی ولایت کا اس نورِ نبوت کی برکت کو نہیں پہنچ سکتا، بلکہ جملہ صحابہ کرام کو جناب نبوت میں نسبت نفس[3] مطمئنہ کے ساتھ روحِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے پرورش ان کی ہر آن و ہر لحظہ منظورِ نظر مبارک تھی اسی واسطے ارشاد ہوا کہ جس نے ان کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس باری تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جیسی روح کو ساتھ حیات کے سو ایذا حضرت کی بعینہ ایذا ذاتِ باری ہے۔

فضائل اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو خزانے چھوڑتا ہوں۔ اگر تم

---

[1] لقب، تعریفی نام [2] ذوالقرنین، دو قرنوں والا یا شرق و غرب کا بادشاہ یا اس کے سر پر سینگ تھے اس لیے اس نے پہلے پہل پگڑی ایجاد کی۔ [3] جرأت، دلاوری، چالاکی [4] نفس تین ہیں، نفس امارہ برائی پر مائل کرنے والا، نفس لوامہ، ملامت کرنے والا، نفس مطمئنہ اطمینان دلانے والا جیسے یاد الٰہی آرام نہ پائے۔ (ابو رشید عفی عنہ)

نے ان کو خوب پکڑ رکھا تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ایک قرآن شریف دوسرا میری عزت اور اہلبیت کی۔

حق سبحانہ، وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کے تابع ہوئی ہیں ہم ان کی اولاد کو ان سے ملا دیں گے اور ان کے اعمال سے کچھ ضائع نہ کریں گے۔

اہل بیت کی شان وقرب کا خیال پورا پورا نہیں ہو سکتا کہ جب اولاد کا ملاپ والدین سے ہوا تو اب کوئی ان کی منزلت ومرتبت (جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے) کا خیال کس طرح کر سکتا ہے۔

اور بحکم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ[1] اسرار نبوت کے خزانے یہی حضرات ہیں پس اہل بیت مرشد[2] وہادی کامل امتِ مرحومہ کے ہیں نورِ نبی اسی سرچشمہ سے قیامت تک جاری رہے گا۔

اور امام مہدی آخر الزماں خود نشان عالی شان اس بات کا مصدق[3] ہے۔ اور کتاب[4] اللہ میں سب احکام شرعیہ موجود ہیں۔

طبرانی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جو ہم اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے اور جو کوئی ہم سے بغض وحسد رکھے گا قیامت کے روز حوض کوثر سے آتشیں کوڑوں کے ساتھ ہٹایا جاوے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صورتِ علمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور اہل بیت صورتِ عملی تکمیل انسان کی بقوت علمی وعملی ہوتی ہے اگر ایک کا نقصان ہو تو کمال ناممکن ہے۔

اور خواجہ پارسا قدس سرہٗ نے کتاب فصل الخطاب میں جیّد بیان کیا ہے کہ پل صراط سے عبور بجز پروانگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہ ہو گا اور وہ پروانگی بدوں محبت صدیق اکبر کے نہ دیں گے (براہین قاطعہ ترجمہ صواعق ص ۲۱۶)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا کہ فرمایا اِنَّ عُمَرَ سِرَاجُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ[5]۔ یعنی بہشت میں روشنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہو گی۔

پس ہر مومن کو محبت جملہ حضرات کی بہ باعث حضرات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے دل میں رکھنی فرض ہے اور بموجب اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ جن کی محبت اس کے دل میں ہو گی۔ ان کے ساتھ ہی اس کا حشر ونشر ہو گا۔

ذکر مناقب امامین ہمامین سعیدین شہیدین

امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما

حضرت حسنین قُرّتی عینین[6] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ریحانتین[7] از باغ دنیا ہیں ان کی شان میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ سردار ہیں جنت والوں کے اور فرمایا کہ اے خداوند میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھ۔

دونوں مل کر ہو بہو شبیہ مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تھے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ صورت بار از صدر[8] اور امام حسین رضی اللہ عنہ زیر از صدر مبارک دونو پیشوائے اہل توحید وتجرید وتفرید کے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چند بار کل اسباب ظاہری للہ فی اللہ لٹا دیا، اور کئی بار نصف نصف لٹا دیا اور جب حج کو جاتے تو آپ کے ساتھ کوتل گھوڑے چلتے

---

[1] بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے [2] مرشد، رہنما [3] مصدق تصدیق کرنے والا [4] قرآن حکیم۔ [5] بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں [6] دو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے [7] ریحان نازبو یا فرزند رزق ورحمت [8] صدر، سینہ

مگر آپ پیادہ پا ہی ہوتے۔

ذکر ہے کہ ایک دفعہ کوئی اعرابی آکر آپ کو کلمات وحشیانہ کہنے لگا۔ آپ ہنستے رہے اور غلام کو فرمایا کہ اگر یہ بھوکا ہے تو کھانا دو اگر پیاسا ہے تو دودھ لادو۔ غلام نے سب کچھ دیا مگر وہ اپنے کلماتِ وحشیانہ سے باز نہ آیا۔ آخر الامر آپ نے غلام کو فرمایا کہ جس قدر توڑے درہم کے مکان میں ہیں اس کو لادو۔ غلام نے چند توڑے درہم کے اس کو دیئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالفعل اتنا ہی مال ہمارے پاس موجود تھا۔ پھر تم آنا جتنی تم کو حاجت ہو گی دے دیا جائے گا۔ اس نے یہ حوصلہ دیکھ کر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ الْطَّيِّبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[1]

عارفین کاملین لکھتے ہیں کہ آپ بحرِ توحید میں ایسے[2] مستغرق تھے کہ مدح (تعریف) وذم (ہجو) آپ کو مساوی تھی۔ سب کچھ خدا کی طرف سے جانتے تھے بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی چیز پر آپ کی نگاہ نہ پڑتی تھی۔

اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہیدِ کربلا نے دین متین جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایسا قائم کیا کہ معہ عیال واطفال جان ومال کو اس سے فدا کر دیا۔ لیکن ایک حکم خلاف مرضی خدا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آڑے دبلے نہ فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ پاکی ہے خدا تعالیٰ کو کہ اس کی نعمت دوستوں کے لیے محنت کے پردے میں وسیع ہو رہی ہے اور اس کا عذاب دشمنوں کے لیے نعمت

---

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ تم پاکیزہ آلِ رسول ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے [2] مستغرق، ڈوبنے والا [3] متین، سنجیدہ، مضبوط [4] خارجی آپ کو اللّٰہُ وَجْهَهٗ کہتے ہیں اہلِ سنت نے اس کی جگہ یہ کلمہ بدل دیا ہے۔

کے پردہ میں گنجان ہے۔ سو یہ اسرار انہیں حضرات پر منکشف[1] ہوئے ہیں۔

عوام کا ادراک[2] تو اتنا ہی ہے کہ کربلا کے مصائب[3] سن کر از خود رفتہ ہو جاتے ہیں اور ان حضرت کو در پردہ آلام (تکلیفوں) کے آرام نظر آتا تھا جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اے سختی خوب ہو۔

ذکر امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ

ولادت شریف بیوم جمعہ گیارہ جمادی الآخر و بروایت ماہ شعبان ۳۶ یا ۳۸ سنہ ہجری نام مبارک علی کنیت ابو محمد لقب زین العابدین و ذکی وامین واقعہ شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں دو سال کے تھے اور واقعۂ کربلا میں تیئیس سال کے۔

بعد از شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ محمد حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے درباب امامت تنازع کیا تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حجر[4] اسود کے پاس جاکر دریافت کریں کہ امامت کس کی ہے چنانچہ ہر دو حضرت نے حجر اسود سے دریافت فرمایا تو حجر اسود جنبش میں آکر بولا کہ امامت بعد حسنین رضی اللہ عنہما علی کے بیٹے حسین کی ہے، یعنی زین العابدین کی

وفات شریف اٹھارہویں ماہ محرم ۹۵ سنہ ہجری بعہد ولید ابن عبد الملک۔ مزار شریف بہ پہلوئے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مدینہ منورہ عمر ۵۷ سال، امامت ۳۴ سال۔

ذکر امام باقر بن زین العابدین و فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ

ولادت یوم جمعہ تیسری ماہ صفر اور ایک روایت سے غرہ ماہ صفر ۵۷ سنہ ھ در مدینہ

---

[1] منکشف، کھلنے والا، ظاہر ہونے والا [2] ادراک، پہنچنا، پا لینا [3] مصیبتیں [4] حجرِ اسود، کالا پتھر، کعبہ مکرمہ میں ایک مشہور پتھر ہے جسے طواف کے وقت بوسہ دیتے ہیں یا اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے تم کو بوسہ دیتا ہوں ورنہ تو کچھ نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا، حضرت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

منورہ نام کنیت ابوجعفر، لقب باقر وشاکر وقت شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تین سال کے تھے۔ اور وقتِ وفات زین العابدین اٹھتیس سال کے تھے۔ خوارقؔ آپ کے لیسار در بسیار ہیں۔

ذکر امام جعفر صادق بن امام باقر وام فردہ بنت محمد قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

نام جعفر ابو عبداللہ وابو قاسم کنیت صادق وصابر وفاضل وطاہر لقب، ولادت یوم شنبہ یا یک شنبہ سترہویں ربیع الاول ۸۳ھ بوقت وفات زین العابدین رضی اللہ عنہ جد خود پندرہ سال کے تھے و بوقت وفات والد ماجد امام باقر چونتیس سال اور ایک روایت سے اکتیس سال کے تھے۔ آپ کا مقولہ تھا کہ ہمارا علم آئندہ وگزشتہ والہام ربانی وسماعؔ اصوات ملائکہ ہے۔

فصل الخطاب میں ہے کہ آپ نے ایک بڑھیا کی گائے زندہ کردی اور نابینا کو بینا کیا اور اس بصیرؔ نے حسبِ ارشاد آپ کے اسی نابینائی کو پسند کیا کہ قیامت میں حساب نگاہِ حرام سے مامون ہووے۔

وفات دوشنبہ پندرھویں رجب ۱۴۸ھ ہجری بعہد منصور دوانقی، عباسی وبقول اکثر منصور نے آپ کو زہر دیا۔

عمر اڑسٹھ یا پینسٹھ سال اور مدت امامت چونتیس سال

(بقیہ حاشیہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں فرمایا کہ قیامت کے دن اس کی زبان ہوگی جس سے وہ اپنے بوسہ دینے والوں کی شہادت دے گا۔ گویا وہ نافع ہے۔ ع تنازع، جھگڑا (اخرجہ الحاکم اتحاف السادہ شرح احیاء)
۱ جنبش، حرکت ۲ ولادت، پیدائش ۳ خوارق، عام عادت کو توڑنے والا، کرامت، معجزہ ۴ بات ۵ سماع اصوات ملائکہ۔ فرشتوں کی آواز سننا ۶ بصیر، دیکھنے والا۔

ذکر امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر رضی اللہ عنہ وحمیدہ اُمّ ولد

ولادت یوم یکشنبہؔ ساتویں صفر ۱۲۸ھ ہجری بمنزلہ ابوا، مابین مکہ ومدینہ اسم مبارک موسیٰ کنیت ابوالحسن وابوابراہیم وابوعلی۔ لقب کاظم وصابر وصالح وامین آپ بوقت رحلت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیس سال کے تھے۔

حبیبؔ السیر میں ہے کہ ایک روز کسی نووارد نے آپ سے جانوروں کی بولی میں کلام کی آپ نے اسی آواز میں جواب دیا۔ جب وہ چلا گیا تو اسے روکا۔ رفتہ رفتہ اس کو امام کا دشمن بنادیا چنانچہ اس نے آپ کو زہر دے دیا یعنی باغ میں لے جاکر انگور زہردار کھلائے۔ زہر کھاتے ہی فرزند محمد تقی کو بغداد سے طوس میں لے جاکر سب امانتیں امام مہدی کی جہاں مدفونؔ تھیں بتادیں کہ بعد از بلوغ نکالنا اور وفات کے قریب دفن کردینا اور اپنی مرقد شریف کی نسبت فرمایا کہ فلانے مقام میں زمین کھودنے سے ایک تنگ نکلے گا۔ جس پر کچھ لکھا ہوگا مجھ کو وہاں دفن کرنا وفات آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ ہجری بہ مشہد مقدس بعہد مامون رشید۔

ذکر امام ابوجعفر ثانی محمد بن علی رضی اللہ عنہ وریحانہ اُمّ ولد

ولادت شب جمعہ ۱۵ تا ۱۷ رمضان المبارک ۱۹۵ھ نام محمد کنیت ابوجعفر موافق امام باقر اسی لیئے ان کو ابوجعفر ثانی کہتے تھے۔ لقب تقیؔ وجوادؔ وقانع، بوقت وفات والد ماجد خود امام علی بن موسیٰ رضا سات سال کے تھے اور اسی وقت مسند امامت پر متمکنؔ ہوئے۔

۱ حبیب السیر، کتاب کا نام ہے ۲ مدفون، دفن کیا ہوا ۳ مرقد، سونے کی جگہ، قبر ۴ ام ولد، اس لونڈی کو کہتے ہیں کہ اس کی اولاد کو آقا اپنی طرف منسوب کرے ۵ پرہیزگار سخاوت کرنے والا۔ قناعت کرنے والا ۶ متمکن، جگہ پکڑنے والا۔ برقرار۔

ان کے کمالات وخوارق صغر سنی[1] میں ہی شہرہ آفاق ہوئے تو مامون رشید نے شیفتہ ہو کر اپنی دختر ام فضل کا نکاح آپ سے کر کے مدینہ منورہ کو آپ کے ہمراہ روانہ کیا اور سالانہ ہزار دینار ان کو پہنچاتا تھا۔

آپ ایک روز کوفہ میں گئے تو صحن مسجد میں آپ نے وضو فرمایا۔ آب وضو ایک درخت کو پہنچا تو وہ تازہ ہو کر بارور ہوا۔ مویز بے دانہ تھا۔ لوگ تبرک لیتے تھے خوارق آپ کے بہت ہیں کہ صرف نگاہ سے زنجیر آہنی[2] ٹوٹ جاتے تھے۔ وفات بیوم سہ شنبہ[3] چھٹی ماہ ذی الحجہ ۲۰۲ھ ہجری بعہد معتصم باللہ عمر پچیس سال کی تھی۔ امامت ۱۷ سال۔ بقول بعضے معتصم نے آپ کو زہر دیا مزار قریب مرقد مبارک جد خود امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بغداد شریف میں ہے

ذکر امام علی نقی بن محمد تقی رضی اللہ عنہ والدہ شمامہ ام ولد و بقولے ام فضل بنت رشید

ولادت در مدینہ ۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ ہجری بقولے در اوسط ماہ رجب ۲۱۴ھ ہجری نام وکنیت آپ کی موافق علی مرتضیٰ و علی رضا کے ہے لہٰذا ان کو ابو الحسن ثالث[4] کہتے تھے لقب تقی وہادی وعسکری وناصح ومتوکل وفتاح ومرتضےٰ۔

بوقت وفات والد ماجد چھ سال کے تھے اور اس وقت مسند امامت پر جلوس فرمایا۔ چونکہ صغیر سنی میں کرامات وخوارق بہت آپ سے ظہور میں آئے تو کل اہل مدینہ منورہ آپ کے مطیع[5] ومنقاد ہو گئے۔ خلیفہ متوکل عباسی کو اطلاع ہوئی تو ان کو عراق میں بلوایا اور شہر سر من رائے میں جو لب سامرہ مشہور ہے۔ اقامت[6] کا حکم دیا جس جگہ آپ کا ورود ہوا وہ

[1] صغر سنی، چھوٹی عمر۔ [2] زنجیر آہنی، لوہے کا سنگل۔
[3] سہ شنبہ، منگل [4] ثالث، تیسرا
[5] مطیع ومنقاد، فرمانبردار۔ [6] اقامت، ٹھہر جانے کی جگہ۔

مکان متوحش[1] وچرکین تھا۔ صالح بن سعید ایک مرید نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم لوگ آپ کے بد خواہ ہیں۔ انہوں نے محقر[2] جگہ میں آپ کا قیام کرا دیا۔ حضرت نے دست مبارک سے اشارہ کیا تو وہاں باغات خوش وجوئے[3] دل کش اس کو نظر آئے وہ مرید متحیر[4] ہوا۔ آپ نے فرمایا، ہم جہاں ہوں گے یہ باغات ہمارے ساتھ ہیں۔ ظاہراً امکان کی خوشی سے ناخوش نہیں ہوئے۔ خلیفہ متوکل کے پاس ہندی شعبدہ باز آیا متوکل نے اس سے کہا کہ اگر تو عجائبات دکھا کر امام نقی کو خجلت[5] زدہ کرے تو میں تم کو ہزار دینار دوں گا جب امام محمد نقی متوکل کی مجلس میں تشریف لائے تو شعبدہ باز نے حسب[6] الایما۔ شعبدہ بازی شروع کی حتیٰ کہ اہل مجلس خندہ[7] زن ہوئے۔ شعبدہ باز نے ایک تصویر شیر کی وہاں بنائی تھی حضرت نے اسی تصویر کو فرمایا کہ اس شعبدہ باز کو پکڑ فوراً اس تصویر نے مجسم ہو کر شعبدہ باز کو ہلاک کر دیا۔

وفات یوم دوشنبہ۔ آخری جمادی آخری و بقولے دوم رجب ۲۵۴ھ ہجری بعہد مستنصر باللہ۔ مزار سامرہ میں ہے۔

ذکر امام ابو محمد حسن بن علی والدہ سوسن ام ولد

ولادت یوم دوشنبہ۔ دہم ربیع الاول یا ربیع الآخر ۲۳۱ھ ہجری و بقولے ۲۳۲ھ ہجری در مدینہ منورہ نام حسن کنیت ابو محمد موافق اسم وکنیت حسن بن علی رضی اللہ عنہ لقب ذکی وعسکری خالص وسراج۔

بوقت وفات والد ماجد تیئیس سال کے تھے کہ جب مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔

[1] متوحش، چرکیں، وحشت ناک، میلا [2] محقر، حقیر [3] جوئے، نہریں [4] متحیر، حیران [5] خجلت زدہ، شرمندہ [6] حسب الایما، اشارہ کے مطابق۔ [7] خندہ زن، ہنسی [8] خزائن غیب، غیب کے خزانے۔

آپ کی خدمت میں کوئی مفلس[1] آیا اور شکایت افلاس کرنے لگا۔ حضرت نے کوڑے سے زمین کو صاف کیا۔ وہاں سے پانسو دینار نکلے۔ یعنے خزائن غیب[2] کے امین تھے۔

وفات جمعہ یوم ۸ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۲۶۰ھ بعہد معتمد خلیفہ عباسی اور اس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ مزار قریب مرقد[3] والد ماجد خود علی نقی سامرہ میں ہے۔

ذکر امام ابوقاسم محمد بن حسن و نرجس ام ولد

ولادت[4] شب جمعہ ۱۵ ماہ شعبان ۲۵۵ھ ہجری و بروایتے ۲۳ رمضان ۲۵۵ھ ہجری سامرہ میں۔

لقب مہدی و حجت و قائم والمنتظر و صاحب زمان و خاتم اثنا عشر۔

بوقت وفات والد ماجد خود پانچ سال کے تھے اور مثل یحییٰ بن زکریا و عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کے صغر سنی میں درجہ علیا امامت پر فائز ہوئے تھے۔

حلیمہ خواہر حضرت علی نقی رضی اللہ عنہا امام حسن عسکری فرماتی ہیں کہ جب تولد[5] ہوئے تو میں نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور اِنَّآ اَنْزَلْنَا اور اٰیَةُ الْكُرْسِیِّ پڑھی شکم سے آواز آئی کہ لڑکا بھی وہ پڑھتا تھا۔ بعدہٗ گھر روشن ہوگیا اور حضرت زمین پر آتے ہی سربسجدہ ہوگئے۔ جب امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے ان کو گود میں لیا تو صاحبزادہ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور چند آیات قرآن پڑھیں۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ آپ جب متولد ہوئے تو دوزانو ہوکر اور سبابہ[6] بطرف آسمان کرکے چھینک لی اور فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اور حضرت حلیمہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہا سے مروی[7] ہے کہ بعد ازاں دیکھا کہ

---

[1] مفلس، مسکین [2] خزائن غیب، غیب کے خزانے۔ [3] مرقد، قبر [4] ولادت، پیدائش [5] متولد، پیدا ہوئے۔ [6] سبابہ، شہادت کی انگلی۔ یہ نام ایام جاہلیت کا ہے۔ اہل اسلام اس کو سبابہ نہ کہیں۔ [7] مروی۔ روایت کیا گیا۔

مرغان[1] سبز ہمارے گرداگرد آگئے ہیں۔ میں نے امام حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ مرغ کیسے ہیں فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے ملائکہ رحمت کے ہیں۔ پس جب بفرمودہ امام ان کی والدہ کے پاس لے گئے تو دیکھا کہ آپ ناف بریدہ اور ختنہ کردہ ہیں اور دائیں بازو پر لکھا ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

امت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتفاق ہے کہ ظہور مہدی[2] کا ہوگا اور بواسطہ اجتہاد و اہتمام امام عالی مقام کے کل عالم معمور از عدل و داد ہوگا۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ امام موعود امام محمد بن عسکری رضی اللہ عنہ ہے یا کوئی اور حضرت ہیں۔ از اولادِ سیّدۃ النساء[3] فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا عقیدہ اہل سنت جماعت کا یہی ہے کہ وہ امام آخر زمانہ میں متولد ہوگا۔ اور امام محمد بن عسکری مہدی موعود نہیں۔ جیسا کہ شیخ رکن الدولہ اسمانی قدس سرہٗ اپنی کتاب عروہ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ جب نظروں سے غائب ہوگئے تو اول دائرۂ ابدال میں رہے۔ بعدہٗ ترقی فرماکر بمرتبۂ قطب اعلیٰ پہنچے۔ بعدہٗ وفات پائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔

امامیہ[4] کہتے ہیں کہ مہدی موعود محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ وہ اب تک سردابہ سامرہ میں مخفی ہیں۔ جب ارادہ ایزدی ہوگا تب ظہور فرماویں گے حق وہی ہے کہ امام موعود اور ہیں۔ نام و کنیت ان کی اور نام والدین شریفین کا موافق نام و کنیت وغیرہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہوگا۔ اور ابدال و اصحاب[5] کہف ان کے ہمراہ ہوں گے اور ستون نور کا ان کے پیش ہوگا اور ہر دو کتاب اسامی سعدا[6] اور اشقیا کی ان کے ساتھ ہوں گی۔ اسامی احباب[7] و اعدا بتفصیل جانیں

---

[1] مرغان سبز، سبز پرندے [2] ظہور مہدی کے متعلق مسلسل مسائل دیکھنے ہو تو گیارہویں اسلام منگاکر مطالعہ کریں [3] سیّدۃ النساء، عورتوں کی سردار [4] امامیہ اپنے کو بارہ امام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ [5] اصحاب کہف۔ غار میں رہنے والے [6] نیک و بد [7] اسامی احباب و اعداد۔ دوستوں کے نام۔

گے اور بارہ خلیفہ اہل بیت نبوی ان کے بعد دنیا میں ہوویں گے اور خزانہ مدفون بیت اللہ کو نکال کر تصرّف میں لاویں گے یہ تفصیل فصل الخطاب وفتوحات مکیہ میں ہے۔

مناقب حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلین سیّد محیؔ الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ

یہ حضرت رسل و انبیائے کرام علیہم السلام کے ہمیشہ ممدؔ و معاون رہے ہیں۔ جس طرح حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک دافع بلیات انبیاء و امم سابقہ کا تھا۔ ویسا ہی بحکم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ عالم کے فریادرس اور دستگیر برنا وپیر ہیں اور جس طرح اصل نور رسالت و جملہ کمالات و انوار جبروتی و ملکوتی و ناسوتی کا نور حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ ویسا ہی اصلی نور غوثیت و قطبیت و دیگر کمالات ولایت کا نور کا رُخ مبارک جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا ہے اور یہی باعث تھا شب معراج میں جب کل صُور کائنات کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر مبارک سے پس انداز ہوئے اور براق و رف رف یک لخت پیچھے رہ گئے تو روح مبارک حضرت غوث الاعظم کا جملہ اولیاء اللہ کے دوش پر آگیا اور جو اسرار آپ سے ظہور میں آئے اولیاء اللہ تو بجائے خود رہے انبیائے بنی اسرائیل بھی ان سے آگاہ نہیں۔

کتاب انسانِ کامل میں درباب خلافت مذکور ہے کہ خلافت صاحبان امتِ محمّدیہ کی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خلافت جیسی ہے اور تصرّف کل عالم میں ہے اور ان کو وہ مراتب عالیہ عطا ہوئے ہیں کہ دوسرے کسی کو عطا نہیں ہوئے اور یہ قول حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا شاہد لائے ہیں کہ اے گروہ انبیاء کے تم کو لقب ہی دیا گیا اور ہم کو وہ دہ عنایتیں

---

[1] ممد۔ معاون، مددگار [2] امم سابقہ، گذشتہ امتیں [3] برناؤ پیر۔ جوان، بوڑھا۔ [4] تصرف، قبضہ۔
[5] مراتب عالیہ، بلند مرتبے [6] شاہد، گواہ

ہوئی ہیں کہ تم کو نہیں ہوئیں۔

اور منبر شریف پر وعظ کے وقت حضرت خضر علیہ السلام کو بارہا فرماتے تھے کہ اے اسرائیلی ٹھہر کر محمّدی کا کلام سُن۔

مقام حیرت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود مکالمۂ ربانی و رسالت عطائے یزدانی کے حضرت خضر علیہ السلام جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے مستفید ہوئے۔

قدوۃ المحققین شیخ محیؔ الدین فتوحات مکیہ کی جلد سوم میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا سا تصرّف فی العالم کسی کا نہیں تھا اور یہ فرد وحید درِ فرید بحر توحید کے ہیں ان کی محبوبیت ایسی جلوہ گر ہے کہ انس و جن و ملائکہ آپ کے دربار کے سامنے سر جھکا رہے ہیں۔

شیخ ابو القاسم لخمی بہجت الاسرار میں آپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی کو کوئی مصیبت و حاجت ہو۔ شدت در پیش آوے اور میرا نام پکارے تو وہ سب مصائب و شدائد رفع دفع ہو جاویں گے۔

بیان کرتے ہیں کہ جب بعد از وفات حضرت کے بعضے اولیاء اللہ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سوال و جواب منکر و نکیر کیسا ہوا آپ نے فرمایا کہ جب ملائکہ آئے اور کہنے لگے میں نے کہا کہ تم تارک السنۃ ہو کر اول السلام نہیں کہا۔

بولے السلام علیکم۔ پھر میں نے کہا مصافحہ مسنون ہے اس کی ترک کیوں کی۔ پس دونوں نے مصافحہ کیا تو دونوں کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ نادیدہ تم نے حضور الٰہی میں کل بنی آدم کی غیبت کیوں کی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ۔ اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء وہ بولے کہ یہ حرکت ملائکہ جماعت سے سرزد ہوئی تھی۔ صرف ہم دونوں ہی تو نہ تھے۔ اب ہم جا کر سب سے عذر لاتے ہیں۔ تب ایک کو پکڑ رکھا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ وہ سب کے پاس

---

[1] مکالمہ ربانی، اللہ سے کلام کرنا [2] قدوۃ المحققین، تحقیق کرنیوالوں کے پیشوا [3] تصرف فی العالم، جہان میں قبضہ [4] درِ فرید، دریکتا [5] انس، انسان [6] لخمی، منسوب بہ قبیلہ لخم۔ [7] شدت، سختی [8] مصائب، مصیبتیں۔

پاس مظہر اس کیفیت کا ہوا، تب سب حضور میں رب العالمین[1] کے عرض کرنے لگے یا اللہ اس کا کیا جواب دیں۔ حکم ہوا کہ انہیں کے پاس جا کر عذر کرو۔ پس ملائکہ عذر خواہ ہوئے۔ تب میں نے کہا کہ تم اقرار کرو کہ جب میرا مرید آوے تو اس سے اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ چنانچہ ملائکہ نے اقرار کیا۔

واضح رہے کہ قوت ملکیہ قوت غوثیت کے مقابلہ میں مساوات نہیں رکھتی۔ نبوّت اور ولائت باہم ایک دوسرے کے پرتو ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مار کر آنکھ نکال دی تھی تو ایسا ہی ممکن ہے کہ غوثیت کی قوت ملائکہ پر اقتدار[2] رکھے۔

مشکوٰۃ شریف میں قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک[3] الموت کا لکھا ہے۔ چونکہ درجہ شہدا کمتر از درجہ صدیقین[4] ہے اور حیات شہدا کی مخصوص بہ نص قرآنی ہے تو اس سے صاف واضح ہے کہ صدیقین کی حیات بہ نسبت شہدا[5] کے بدرجہ اوّل ہے اور انبیائے کرام کی سب سے اوّل۔ سو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے تصرف جیسا حیات میں اور قبل از ظہور لباس شہادت فرماتے تھے، ویسا ہی تصرف عالم البرزخ[6] میں فرماتے تھے جیسا کہ نفحات الانس وغیرہ میں منقول ہے کہ ان کا تصرف القبر ویسا ہی ہے جیسا کہ فی الحیات تھا اور فتوح الغیب میں آپ فرماتے ہیں کہ ولی کو علم الغیب و قدرت وتکون اشیاء باذن اللہ عطا ہوتی ہے۔

شارح لکھتے ہیں کہ یہ اشارہ اپنی ذات مبارک کی طرف ہے۔ در پردہ اپنا حال بیان فرما رہے ہیں۔ غرضیکہ ابتدائے کُنْ، فَیَکُوْن کا آپ کو عطا ہے، جیسا کہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو میری عبادت کر، ایسا ہو جاوے گا کہ جب تو کسی چیز کو کہے گا کہ کُن[7] سو وہ ہو جاوے گی۔

---

[1] رب العالمین، جہان کا پالنے والا [2] اقتدار، صاحبِ قدرت ہونا [3] ملک الموت، موت کا فرشتہ جس کو عزرائیل کہتے ہیں [4] صدیقین، بہت سچ بولنے والا [5] شہدا، شہیدوں [6] عالم برزخ، مرنے کے وقت سے لے کر قیامت کا درمیانی عرصہ [7] صیغہ امر، بمعنی ہو جا۔